خطوطِ اقبال

رحمۃ اللہ علیہ

یوسف چودھری ۱۳۹۸

بنام

بیگم گرامیؒ

مُرتب

حمید اللہ شاہ ہاشمی ایم اے (تاریخ، اردو، علوم اسلامیہ، پنجابی)

لیکچرار ـــ گورنمنٹ کالج فیصل آباد

پبلشرز

محبوب بکڈپو امین پور بازار فیصل آباد

خطوطِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

یوسف چودھری ۱۳۹۸

بنام

بیگم گرامی

مُرتّب

حمیدُ اللہ شاہ ہاشمی ایم اے (تاریخ، اُردو، علوم اسلامیہ، پنجابی)

لیکچرار — گورنمنٹ کالج فیصل آباد

ملنے کا پتہ

محبوب بکڈپو امین پور بازار فیصل آباد

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

طبع اوّل	جنوری ۱۹۷۸ء
تعداد	۵۰۰
قیمت	روپے
ناشر	شیخ محمد جاوید احمد ۲۳۸ بی گلبرگ کالونی فیصل آباد
طابع	اسود آفسٹ پریس فیصل آباد
مرتب	سید حمید اللہ شاہ ہاشمی
کتابت	محمد شریف قادری

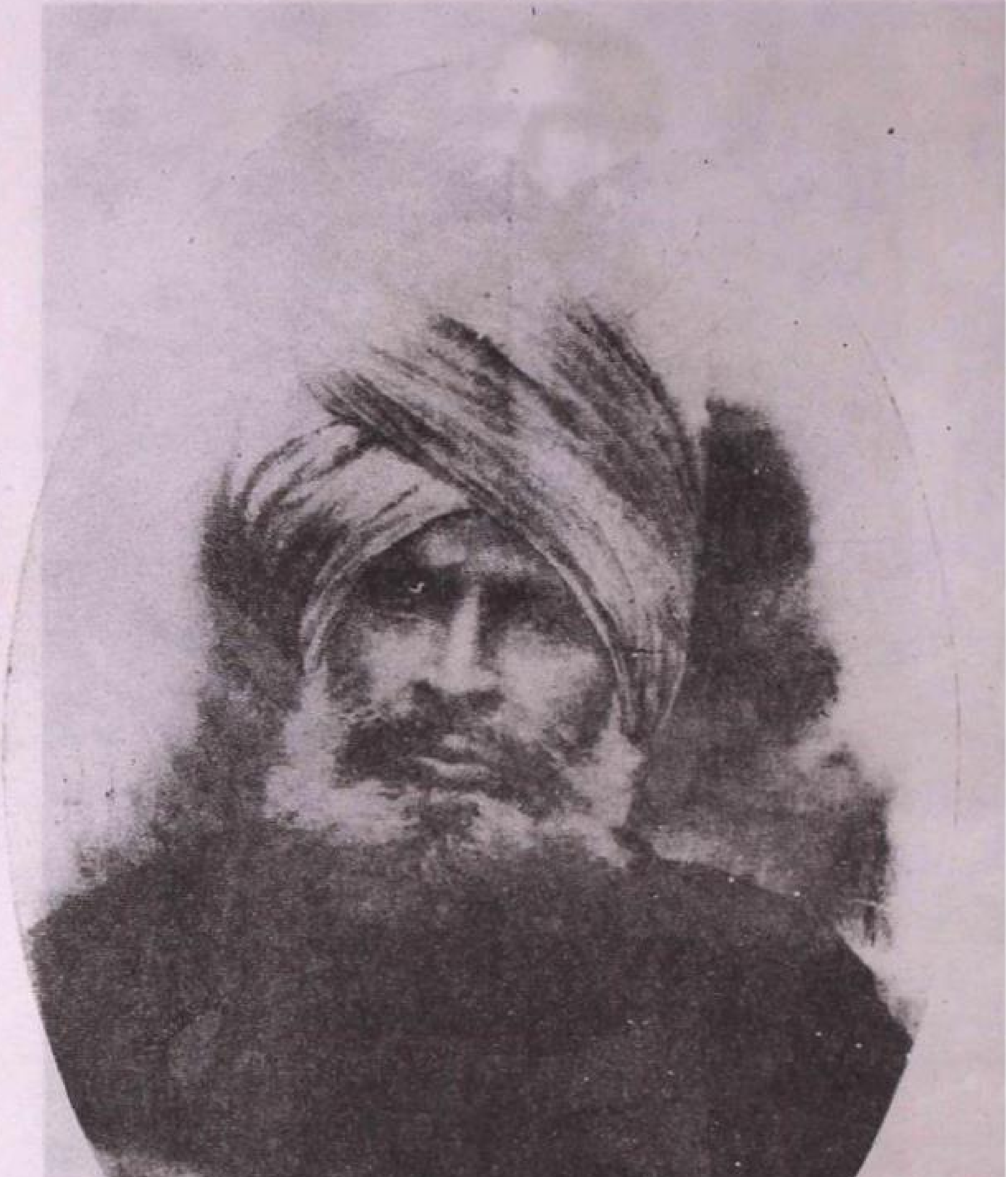

فخرِ ایشیا مقربِ خاقانِ دکن ملک الشعرا حضرت مولینا غلام قادر گرامی مرحوم

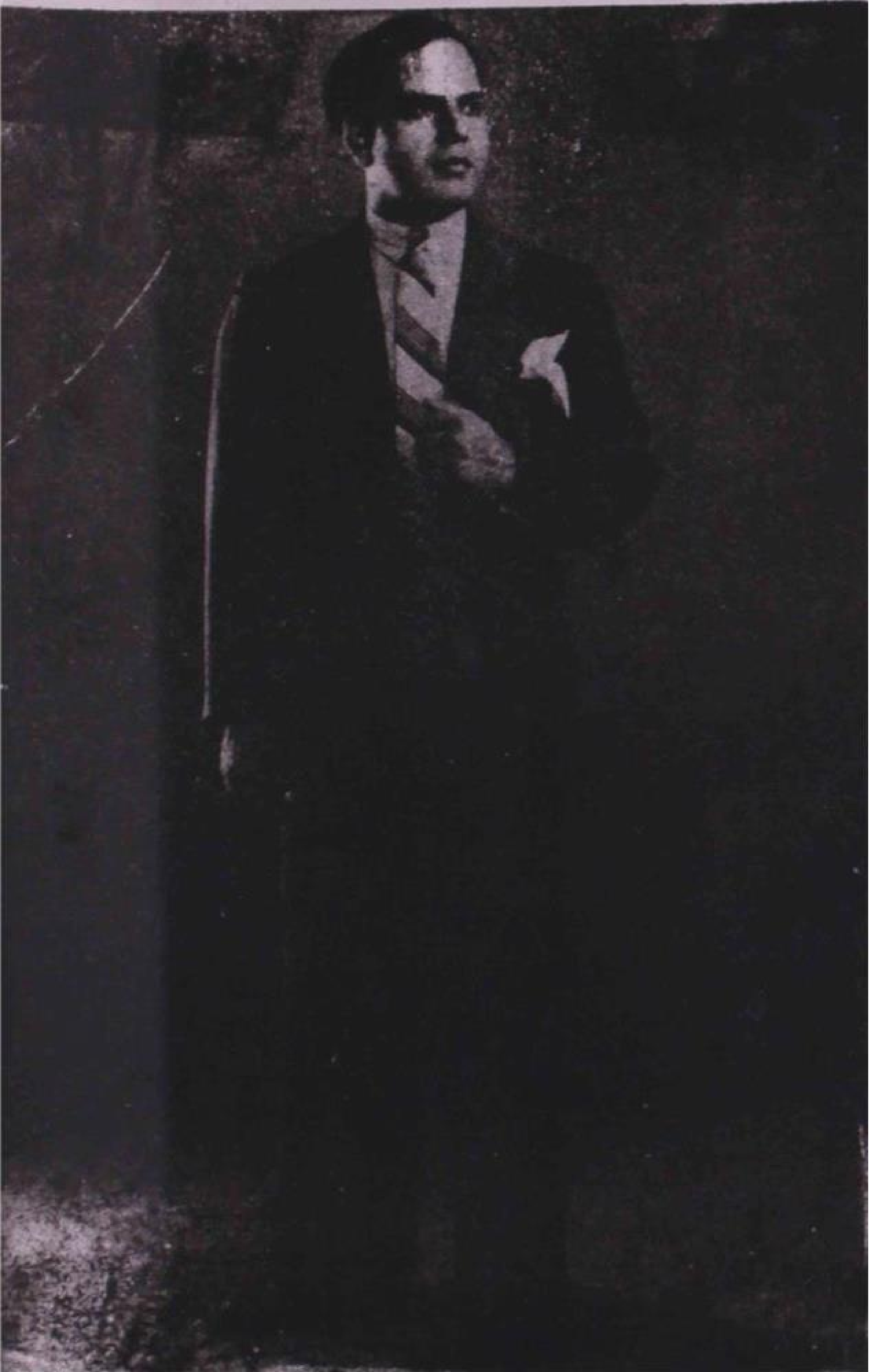

انتساب

شیخ رفیق احمد مرحوم

کے نام

مُرتّب

نام ——— حمید اللہ شاہ ہاشمی

ولدیت ——— غلام حیدر شاہ

تعلیم ——— ایم اے (اردو) ایم اے (تاریخ) ایم اے (علوم اسلامیہ) ایم اے (پنجابی) بی۔ایڈ

پیدائش ——— ۱۵ر اپریل ۱۹۳۹ء

پیشہ ——— تدریس۔ لیکچرار شعبہ پنجابی۔ گورنمنٹ کالج۔ فیصل آباد

تصانیف

اُردو:- ۱۔ بابائے قوم ۔ ۲۔ تاریخ اسلام ۔ ۳۔ خطوطِ اقبال بنام جناح
۴۔ اقبال سوالات کے آئینہ میں ۔ ۵۔ خطوطِ اقبال بنام بیگم گرامی ۔

پنجابی:- ۱۔ سُخن دا وارث ۔ ۲۔ رہبر فرید ۔ ۳۔ پھُل کلیاں۔
۴۔ پنجابی ادب دی مختصر تاریخ

غیر مطبوعہ تصانیف

اردو:- ۱۔ ترجمانِ حقیقت (حکیم الامت) ۔ ۲۔ اقبال اور بابا گرامی ۔ ۳۔ گلہائے رنگ رنگ (مختلف موضوعات پر اشعار) ۔ ۴۔ گلدستۂ اشعار ۔ ۵۔ سائنس میں مسلمانوں کا حصہ۔

پنجابی:- ۱۔ کافیاں بُلھے شاہ ۲۔ پنجاب دے لوک گیت ۔ ۳۔ پنجابی شکوہ (علامہ اقبال کے شکوہ کا منظوم پنجابی ترجمہ) ۔ ۴۔ پنجابی اکھان تے بجھارتاں ۔ ۵۔ وارث شاہ۔

فہرست

شمار	عنوانات	صفحہ
۱	دیباچہ	۹
۲	تعارف	۱۱
۳	اُردو اشعار	۲۱
۴	ڈاکٹر علامہ اقبال اور مولانا گرامی کے اشعار	۲۲
۵	علامہ اقبال کے ایک خط کی نقل	۲۳
۶	مولانا گرامی، اقبال کی نظر میں	۲۵
۷	اقبال، گرامی کی نظر میں	۲۸
۸	لطیف نوک جھونک	۳۴
۹	سر عبدالقادر اور جوش ملیح آبادی کی عقیدت	۳۸
۱۰	اقبال بیگم (بیگم گرامی)	۴۱
۱۱	علامہ اقبال کا ایک غیر مطبوعہ خط بنام مولانا گرامی	۴۵/۴۷
۱۲	مولانا گرامی کا جوابی خط	۴۸
۱۳	مولانا گرامی کا ایک خط بنام اقبال	۴۹
۱۴	خطوطِ اقبال بنام بیگم گرامی	۵۱
۱۵	۱۳ر ستمبر ۱۹۲۷ء	۵۲
۱۶	۲۰ر اپریل ۱۹۳۰ء	۵۳

پیش لفظ

علامہ اقبال کی بہت سی تحریریں ابھی تک پردۂ گمنامی میں پڑی ہوئی ہیں اور ضرورت اس بات کی ہے کہ اقبال کے شیدائی انہیں قعرِ گمنامی سے نکال کر عوام کے استفادہ کے لئے شائع کریں اور ان کو منظرِ عام پر لائیں۔

محبوب بکڈپو امین پور بازار فیصل آباد کے مالک جناب محمد ابراھیم کو ایک عرصے سے گرامی کے نام اقبال کے خطوط کی تلاش تھی۔ اس سلسلے میں وہ جناب شیخ محمد جاوید احمد کے ممنون ہیں کہ یہ نادر خطوط ان سے دستیاب ہوئے ——— یہ تو تمام اہلِ علم جانتے ہیں کہ مولانا گرامی کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کی بیگم (اقبال بیگم) کے بھتیجے شیخ نعمت علی انکی جائداد کے جائز وارث تھے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ رفیق احمد جائز وارث بنے۔ تقسیم ملک (۱۹۴۷ء) کے بعد شیخ رفیق احمد ہوشیار پور سے (لائلپور) فیصل آباد منتقل ہوئے۔ وہ خود بھی اہلِ علم تھے۔ انہوں نے مولانا گرامی کے کلام کو شائع کرنے کا بندوبست بھی کیا۔ ان کے پاس وہ تمام خطوط موجود تھے جو علامہ اقبال نے مولانا گرامی کو لکھے تھے۔ ان کے پاس مولانا گرامی کی خود نوشتہ یادداشتیں بھی تھیں جن کو وہ شائع کرانا چاہتے تھے۔ وہ جون ۱۹۶۹ء میں فیصل آباد میں ہی انتقال کر گئے اور یہ کام تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ اب یہ تمام نوادرات ان کے عزیز محمد جاوید احمد کے پاس تھیں۔ ان سے جناب محمد ابراہیم کے پاس پہنچیں۔ محمد ابراہیم کتاب کو خوبصورت انداز میں شائع کرنے کا فن جانتے ہیں۔ گرامی خاندان سے وابستگی اور عقیدت نے ان خطوط کے شائع کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ انہوں نے یہ خطوط میرے حوالے کئے کہ ان کو مرتب کیا جائے۔

بیگم گرامی چاہتی تھیں کہ مولانا گرامی کے کلام کو خوبصورت انداز میں شائع کیا

جائے اور اسی زمرے میں انہوں نے علامہ اقبال سے رابطہ قائم کیا۔ ان خطوط کا سلسلہ ۱۹۳۰ء[1] میں شروع ہوتا ہے اور اسی سال ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بیگم گرامی ۱۹۳۰ء میں فوت ہو گئیں اور یہ خواہش ان کی زندگی میں پوری نہ ہوئی۔ افسوس ہے کہ بہت سے خطوط امتدادِ زمانہ کی نذر ہو گئے۔ جتنے خطوط دستیاب ہو سکے ہیں وہ بلا کم و کاست شائع کئے جا رہے ہیں۔ کتاب کے آخر میں تمام خطوط کے عکس بھی لگا دیئے گئے ہیں۔ اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کا خط نہایت پختہ اور پاکیزہ تھا۔ جس میں پرانے منشیوں کے سوادِ خط کی جھلک نظر آتی ہے۔

پروفیسر سمیع اللہ قریشی، پروفیسر صدیق جاوید، پروفیسر جہانگیر عالم، پروفیسر حق نواز اور عزیزہ جاوید ارشد ہاشمی میرے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کے مفید مشوروں سے مجھے بے حد فائدہ پہنچا۔

حمید اللہ شاہ ہاشمی

۷۹۔ اقبال نگر۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ
ضلع فیصل آباد

---

[1] صرف ایک خط ۱۳ر ستمبر ۱۹۲۷ء کا ہے۔ خط و کتابت کا سلسلہ اس درمیانی عرصہ (۱۹۲۷ء - ۱۹۳۰ء) میں بھی جاری رہا ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ خطوط ضائع ہو گئے ہوں۔

تعارف

یہ خطوط علامہ اقبال نے بیگم گرامی (اقبال بیگم) کو گرامی کی وفات (۲۷ مئی ۱۹۲۷ء بعمر ۸۰ سال سے زائد) کے بعد تحریر کئے۔ ان خطوط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا گرامیؔ کے کلام کی اشاعت و طباعت کے سلسلے میں علامہ سے مشورہ اور راہنمائی حاصل کی جاتی رہی۔ علامہ موصوف نے ہر بات کا کھل کر جواب دیا ہے اور ہر طرح سے آگاہ کیا ہے۔ حالانکہ ان کی زندگی بہت مصروف تھی۔ پھر بھی مختصر اور جامع خطوط لکھ کر علامہ نے طباعت و اشاعت کے سلسلے میں پوری رہنمائی کی۔ اقبالؔ عام طور پر خطوط عجلت میں لکھتے تھے۔ کیونکہ ان کی اشاعت مقصود نہیں ہوتی تھی۔ ان خطوط سے علامہ اقبال کی نیاز کیشی اور عقیدت، صاف گوئی اور سلاست کی صفات کا اظہار ہوتا ہے۔

مولانا گرامی:۔ مولانا گرامیؒ علامہ اقبال کے مخلص اور دیرینہ دوستوں، مداحوں

۱۔ اقبال کی خط و کتابت ان کے سیرت نگاروں کے لئے ایک مستقل موضوع ہے۔ انہیں خط لکھنے والے بیشمار تھے۔ دنیا کے ہر حصے سے ان کے پاس خط آتے تھے اور وہ بڑی پابندی سے ہر خط کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھتے۔ ان کی زندگی میں صرف آخری ایک دو سال ایسے گذرے ہیں جب وہ ضعفِ بصارت کی وجہ سے کسی اور سے خط لکھوا کر خود دستخط کر دیا کرتے تھے۔ ان کے خطوط ان کی شخصیت کا آئینہ ہیں۔ جس طرح ان کی زندگی اور ان کا کلام خلوص سے پُر ہے، ان کے خطوط بھی تصنع سے پاک ہیں۔" (ممتاز حسن)

۲۔ نام غلام قادر، تخلص گرامیؔ اور وطن جالندھر تھا۔ مولانا گرامیؔ شاعرِ خاص حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ و اجلالہٗ تھے۔

اور قدر دانوں میں سے تھے۔ مولانا گرامی علامہ سے عمر میں بڑے تھے۔ ان کے اقبال سے انتہائی بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ جب کبھی لاہور آتے تو علامہ اقبال کے پاس ہی ٹھہرا کرتے تھے۔ علامہ اقبال بھی اپنے کلام کے متعلق گرامی سے مشورہ کیا کرتے تھے جب کبھی کسی تجویز کردہ اصلاح کو درست یا موزوں خیال کرتے تو فوراً اسے تسلیم بھی کر لیتے تھے۔ بابا گرامی کا یہ شعر ان کی اقبال شناسی کا پتہ دیتا ہے :-

در دیدۂ معنی نگہاں حضرتِ اقبال
پیغمبری کرد و پیمبر نتواں گفت

مولانا گرامی اپنے دور میں کلاسیکی فارسی شاعری کے کامل الفن ادا شناسوں میں سے بلند مرتبے (شاعرِ خاص حضور نظام دکن) پر فائز تھے۔ ان کا مذاقِ سخن بلند اور ان کی فارسی گذشتہ اساتذہ کی اچھی یادگار تھی۔ وہ ہندوستان کے فارسی شعراء میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ علامہ اقبال ان کے بہت زیادہ معترف تھے، لکھتے ہیں :-

"گرامی جہانگیری بہار کا آخری پھول ہے جو ذرا دیر کے بعد شاخ سے پھوٹا۔ افسوس! آج خانخاناں نہ ہوئے کہ ان کو معلوم ہوتا خاکِ پنجاب شیراز اور نیشاپور سے کسی طرح کم نہیں"۔[۱]

"گرامی کا کلام بحیثیتِ مجموعی بالخصوص غزل میں نظیری کے کلام سے ایک نسبت رکھتا ہے"۔[۲]

انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں اقبال نے گرامی کا تعارف کچھ ان الفاظ سے کرایا :-

"اگر عرفی و نظیری کے بعد فارسی زبان کا کوئی شاعر ہے تو گرامی ہے

۱۔ مکتوب اقبال بنام گرامی ۹ فروری ۱۹۱۲ء (مکاتیب اقبال بنام گرامی)
۲۔ مخزن لاہور۔ جون ۱۹۲۷ء

آج گرامی کو سن لو، کل فخر کرو گے کہ تم نے گرامی کو سنا اور دیکھا تھا"۔

مولانا گرامی کے نام اقبال کا ایک خط ۱۱ مارچ ۱۹۱۰ء کو یوں شروع ہوتا ہے "بابا گرامی! سلام"۔ آخر میں شوقِ دید کا اظہار یوں کیا گیا ہے "آپ رخصت پر کب آتے ہیں؟ پنجاب میں کئی لوگ چشم براہ ہیں اور بالخصوص اقبال"۔ ——— خان نیاز الدین خان کے نام اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں: "اگر مولانا گرامی دسمبر میں لاہور آجائیں تو میرے لئے لاہور کی سرد آب و ہوا میں تھوڑی سی حرارت پیدا ہو جائے۔ ان کی خاطر میں شملہ کی صحبت ترک کر دوں گا"۔

مولانا گرامی جب کبھی علامہ کے ہاں پہنچ جاتے تو پھر ہلنے کا نام نہ لیتے۔ بیگم بیماری کا بہانہ کر کے تار یا پیغام بھیجتیں۔ لیکن یہاں کوئی اثر نہ ہوتا۔ جانے کو تیار ہوتے تو علامہ صاحب فرماتے "یوں تو آپ جس وقت چاہیں گے میں آپ کو بھجوا دوں گا۔ لیکن ایک رباعی ذہن میں آئی ہے۔ تین مصرعے ہو سکے ہیں، چوتھا نہیں ہوتا، ذرا کوشش تو کیجئے شاید چوتھا مصرع ہو جائے"۔ پس مولانا چوتھے مصرعے کی فکر میں مستغرق ہو جاتے اور بیگم کا خیال تک نہ رہتا۔ مصرع نہ سوجھنے کا تو محض بہانہ ہوتا تھا کہ کسی طرح مولانا گرامی کچھ دیر کے لئے رک جائیں۔

یہ محبت و عقیدت یک طرفہ نہ تھی۔ گرامی بھی علامہ اقبال کے بہت معترف تھے۔ جون ۱۹۲۲ء کے ایک خط میں کسی غزل کی داد دیتے ہوئے اقبال کو لکھتے ہیں:۔

"ملا نظیری نے آپ کو اپنا جانشین انتخاب کیا ہے۔ گرامی ہفتاد سالہ ہو گیا ہے، یہ دولت نہ ملی[۱]"

"سر اقبال کا دماغ بہت بلند ہے۔ ان کی نظر عرش پرواز ہے۔ گرامی تحت الثریٰ کو جا رہا ہے"۔[۲]

---

[۱] مکتوب گرامی بنام اقبال
[۲] مکتوب گرامی بنام سردار صاحب بہادر

یہ دونوں بے تکلف دوست اپنی عمروں کے محسوس تفاوت کے باوجود جب کبھی آپس میں مل بیٹھتے تھے تو ایک دوسرے کو اپنی ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کے لئے بطور آئینہ استعمال کرتے تھے۔ دونوں ہی کو اس عمل سے فائدہ ہوا۔

مولانا گرامی مرض الموت میں اقبال کو بہت یاد کرتے تھے۔ حفیظ ہوشیارپوری کا یہ شعر اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے :۔

صبا بہ حضرتِ اقبال ایں پیامم دہ
برفت جان گرامی در تو ہنوز خموش

"رموزِ بے خودی" کی تصنیف کے سلسلے میں اقبال کو قدم قدم پر گرامی کے مشورے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ چنانچہ "رموزِ بے خودی" کے سب سے پہلے ایڈیشن کے دیباچے میں، جو بعد کے ایڈیشنوں میں حذف کر دیا گیا۔ گرامی کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے :

"استاذی علامہ میر حسن صاحب اور مولانا شیخ غلام قادر گرامی شاعر خاص حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ و اجلالہٗ میرے شکریے کے خاص طور پر مستحق ہیں کہ ان دونوں میں سے بعض اشعار کی زبان اور طرزِ بیان کے متعلق قابلِ قدر مشورہ ملا۔"

دعوتِ تنقید :۔

علامہ اقبال نے گرامی کی اکثر تنقیدوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان سے روشنی حاصل کی لیکن اکثر ترمیموں سے اتفاق نہیں کیا۔ یہ ضرور ہے کہ اقبال بار بار گرامی کی طرف رجوع کرتے اور بہ اصرار دعوتِ تنقید دیتے، تاکہ بیان و اسلوب میں کوئی خامی رہ گئی ہو تو اس کی اصلاح کی جا سکے۔ ایک خط[1] میں تحریر کرتے ہیں :۔

---

[1] مکتوب اقبال بنام گرامی ۔ ۹ر فروری ۱۹۲۲ء

"مہربانی کر کے غزل کے تمام اشعار پر اعتراض لکھیے تاکہ میں پورے طور پر مستفید ہو سکوں۔ آپ نے صرف ایک شعر کی تعریف کر دی اور باقی اشعار چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان پر اعتراض کیجیے۔ آپ کے کسی شعر میں اگر کوئی بات مجھے کھٹکے تو میں بلا تکلّف عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آپ کیوں ایسا نہیں کرتے؟ مجھے تعریف سے اس قدر خوشی نہیں ہوتی جس قدر اعتراض سے، کیونکہ اعتراض کی تنقید سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔"

علّامہ اقبال ہر اُس اعتراض کا خیر مقدم کرتے جس میں کوئی بھی کام کی بات ہو۔ ان کا ظرف بڑا وسیع تھا۔ ؎

بُرا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبال اپنے نکتہ چینوں میں

"اگرچہ سیّد سلیمان ندوی، مولوی میر حسن، مولوی حبیب الرحمٰن خان شیروانی اور مولوی اسلم جیراج پوری جیسے بزرگوں کی رائیوں کو بھی اقبال بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر گرامی کی رائے سب پر مقدم ہوتی تھی۔[1] گرامی جو کچھ تنقید میں کہتے تھے محبت اور خلوص کی بنا پر کہتے تھے، اس لیے اس کا اثر بھی ہوتا تھا۔" مثنوی اسرارِ خودی میں یونانی حکیم افلاطون کے فلسفۂ اشراق پر بحث کی گئی ہے۔ اسکی ابتدا اس شعر سے ہوئی:۔

؎ راہبِ اوّل فلاطونِ حکیم
از گروہِ گوسفندانِ قدیم

پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں یہ شعر اسی طرح شائع ہوا اور کسی نے اس پہ اعتراض نہ کیا۔ ۱۵ شعبان المکرّم ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۱ء) کو گرامی نے اقبال کو خط

---

[1] مقدمہ (مکاتیبِ اقبال بنامِ گرامی) از محمد عبداللہ قریشی۔

لکھا۔ جس کے آخر میں رائے ظاہر کی، "مثنوی اسرارِ خودی" میں "فلاطونِ حکیم" کی اضافت غلط ہے۔ یُوں کیجئے:۔ "راہبِ دیرینہ افلاطونِ حکیم"

"حضرت ڈاکٹر صاحب! مَیں نے پہلے لکھ دیا تھا کہ ریاکاریاں اور لاابالیاں پستی آباد یعنی پنجاب ہی میں چھوڑ جاتا ہوں۔ میرا ضمیر ان فروگذاشت کو دیکھ رہا تھا مگر ریا غالب تھی راست بازی کو کام میں نہ لا سکا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس راست بازانہ تحریر سے ناراض نہیں ہوں گے۔"

چنانچہ بعد کے ایڈیشنوں میں اقبال نے گرامی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مصرع یُونہی کر دیا۔

"خضرِ راہ" علامہ اقبال کی ایک نہایت بلند پایہ نظم ہے۔ اس زمانے کے اسلوب اور انداز کے لحاظ سے بالکل انوکھی چیز تھی۔ اس کے محاسن کا اندازہ صرف وہی اہلِ علم و فن لگا سکتے تھے جو اقبال کے مقامِ شعر گوئی سے واقف تھے۔ خان نیاز الدین خان نے اقبال کو لکھا کہ نظم "خضرِ راہ" مولانا گرامی کو پسند نہیں۔ ان کی رائے میں اس کے تمام اشعار بے لطف ہیں اور بعض غلط۔ یہ بات اقبال کو ناگوار گذری کہ ایسا اعتراض گرامی سے منسوب ہو۔ جو خود بڑے شاعر تھے اور نظم کے اسرار و رموز کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے نظم کی بعض باتوں کی وضاحت کرتے ہوئے کو لکھا:۔

"آپ کے اعتراض کا پہلا حصہ صحیح ہے۔ مگر یہ اعتراض گرامی کے، شایانِ شان نہیں۔ اگر کوئی اور آدمی یہ اعتراض کرتا تو مضائقہ نہ تھا یہ اعتراض منصور کے لئے شبلی کا پھول ہے .... مجھے یقین ہے کہ نیاز الدین خان صاحب نے آپ کا اعتراض سمجھنے میں مزید غلطی کی ہے۔" (مکتوب اقبال بنام گرامی۔ ۱۶ر مئی ۱۹۲۲ء)۔

ایک موقعہ پر علامہ اقبال نے گرامی کو ایک رباعی بھیجی:

میانِ آب و گِل خلوت گزیدم
ز افلاطون و فارابی بریدم
نہ کردم از کسے دریوزۂ چشم
جہاں را جز بچشمِ خود ندیدم

مولانا گرامی پہلے لکھتے ہیں: "یہ شعر کس طرح ہے کیا کاتب کی غلطی ہے یا گرامی کے فہم کے نقص کا قصور ہے؟

نکردم از کسے دریوزۂ چشم — جہاں را جز بچشمِ خود ندیدم (اقبال)
نکردم از کسے دریوزۂ چشمے " " " " (گرامی)

دریوزہ کردن محاورہ صحیح مگر دریوزہ چشم گرامی کی نظر سے نہیں گذرا۔ گرامی ہفتاد سالہ ہے۔ وہ حافظہ نہیں رہا۔ ممکن ہے مجدد (اقبال) کی نظر سے گذرا ہو۔ اقبال کا دماغ بلندی پر ہے۔ گرامی کا دماغ تحت الثریٰ تک پہنچ گیا ہے۔ گرامی کے کلام اور گرامی کے دماغ کا علاج کیجئے"۔

اقبال نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور پیامِ مشرق میں اس رباعی کو اسی طرح رہنے دیا۔ بعد میں گرامی نے بھی محسوس کیا کہ علامہ درست کہتے ہیں۔ اس پر گرامی اسی رباعی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"سبحان اللہ کیا مضمون دلآویز اور سریع الاثر ہے۔ کیا حکیمانہ استغنا ہے۔ الہام ہے۔ مخلوق سے قطع تعلق، خالق کے ساتھ وابستگی۔ آتشِ آسمانی ہے۔ مقبول کلام ہے۔ آنچہ استادِ ازل گفت ہماں میگویم۔ فطرت نے اقبال کو صاحب اقبال بنایا ہے اور برگزیدہ کر لیا ہے۔ فطرت اسی کی ہوا کرتی ہے جو اپنی آنکھ سے جہاں کو دیکھے دریوزہ چشم کا منت کش نہ ہو"۔

کبھی کبھی گلہ کا انداز بھی اختیار کر جاتے تھے - ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"سراقبال ٹیگور کے انعام کا آرزو مند، گرامی ترک مرگ آرزو کا درد مند افسوس حضرت سراقبال مُردہ پرستی کو کام میں لائے، زندہ کو نظر انداز کر دیا۔ پیامِ مشرق یا بانگِ درا میں گرامی کا ذکر تک نہیں کیا۔ افسوس صد افسوس"

اسی طرح علامہ اقبال بھی مولانا گرامی کے شعروں پر بے لاگ تبصرہ اور تنقید کیا کرتے تھے۔ جب مولانا گرامی نے حافظ کی غزل پر ایک غزل کہی جس کے چند شعر خان نیاز الدین خان نے اقبال کے پاس بھیجے تو اقبال نے اس شعر کی یوں تعریف کی:-

عصیان ما و رحمت پروردگارِ ما
ایں را نہایتے است نہ آں را نہایتے

"سبحان اللہ! گرامی کے اس شعر پر ایک لاکھ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا چاہیئے۔ خواجہ حافظ تو ایک طرف مجھے یقین ہے فارسی لٹریچر میں اس پایئے کا شعر کم نکلے گا۔ انسان کی بے نہایتی کا ثبوت دیا ہے۔ مگر اس انداز سے کہ موحد کی روح فدا ہو جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک معنی میں انسان بھی بے نہایت ہے اور یہی صداقت مسئلہ وحدت الوجود میں ہے۔ شاعر نے اس حقیقت کو اس خوبی سے نمایاں کیا ہے کہ پڑھنے والے پر اسلامی حقائق کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ یہی ہے کمالِ شاعری جو الہام کے پہلو بہ پہلو ہے ......"

لیکن مندرجہ ذیل شعر کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:-

عنوان آں نگاہ کہ خوں ریزِ عالمی
تمہید نیم خندہ تو مرگ ولایتی

"....... اگر یہ شعر مطلع ہوتا تو خواجہ کی پوری غزل کا جواب ہوتا

۱؎ مکتوب اقبال بنام خان نیاز الدین خان۔

اور اگر یہ مصرعہ ؛ تمہید نیم خند تو مرگ ولایتی

خواجہ صاحب کو سوجھتا تو وہ اس پہ فخر کرتے ، البتہ پہلے مصرع میں جو لفظ "آں" آیا ہے اس کو کسی نہ کسی طرح نکالنا چاہیئے (عنوان آں نگاہ) یہ مشورہ مولانا کی خدمت میں پیش[1] کیجئے۔

زیادہ کیا عرض کروں - اب کہ یہ خط لکھ رہا ہوں شعر مندرجہ عنوان کے اثر سے دل سوز و گداز سے معمور ہے - گرامی صاحب اپنے شعر کا فوری اثر دیکھتے تو نہ صرف میری ولایت کے قائل ہو جاتے بلکہ اپنی ولایت میں بھی انہیں شک نہ رہتا۔"

اس پر گرامی خان نیاز الدین خان کو لکھتے ہیں[2] :-

"کیوں گرامی کو پندار کی کشاکش میں پھنساتے ہیں - جناب ڈاکٹر صاحب کی بالغ نظری ، عالی دماغی کی دلیل ہے کہ انہوں نے گرامی کے شعر کو پسند کیا وہ فلاسفر ہیں ، حکیم ہیں ، گرامی ایک دقیانوسی جہل کا مریض ہے - آپ گرامی کی طرف سے ان کی خدمت میں شکریہ ادا کر دیجئے ....

.... حضرت ڈاکٹر صاحب کا لاجواب شعر ہے اور سنگلاخ زمین میں ہے گرامی کا فکرِ سال خوردہ اس زمین میں ٹھوکریں کھا رہا ہے - ڈاکٹر صاحب مجدد ہیں ، فلاسفر ہیں ، ادب آموزِ ہند ہیں - گرامی ان کا سا دماغ کہاں سے لائے دو تین شعر لکھتا ہوں ، ڈاکٹر صاحب کی خدمتِ عالی میں بھیج دیجئے ، ان کی داد سمیٹیے ، دوسروں کی داد عین بے داد۔"

---

[1] مولانا نے اقبال کا مشورہ قبول کر کے اپنے شعر میں مناسب تبدیلی کر دی۔

[2] مکاتیب گرامی - ہفتہ وار لاہور - ۹ ، مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۷ ، ۹

علامہ اقبال کے اس شعر کی بابت لکھتے ہیں :-

متاع قافلۂ ما حجازیاں بردند
وے زبان نکشائی کہ یارِ ما عربی است

"گرامی[1] نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ ایسا گوہرِ بے بہا ہاتھ آجاوے نہ آیا، آخر یہ شعر نکلا :-

حدیث دل بزبان نگاہ میگوئیم
زبان ما عجمی و حبیب ما عربی است
بہ نیم خندہ گرامی شبم بروز آورد
تصرف اثر گریہ ہائے نیم شبی است

اس شعر کی نسبت مکرر لکھتا ہوں اور بیخودانہ لکھتا ہوں کہ "برادرم ایں بیت برادر ندارد"
اسی طرح علامہ اقبال کے اس شعر پہ بھی لکھتے ہیں :-

مسنج معنی من در عیار ہند و عجم
کہ اصل ایں گہر از گریہ ہائے نیم شبی است

"بے مثل شعر ہے دُرِّ نایاب مضمون ہے۔ درد مند دل کی حالت کا آئینہ ہے بے خبر ہی اس مضمون سے باخبر ہو سکتا ہے۔"

---

[1] مکتوب گرامی بنام اقبال ۔ (غیر مطبوعہ)

اُردُو اشعار

مولانا گرامی خود لکھتے ہیں کہ:-

"ہفتاد سالہ گرامی نے یہ شعر اُردو میں بھی لکھے ہیں۔ ڈاکٹر سر اقبال کی تقلید کی گئی ہے۔"[لہ]

نہ وہ دل رہا نہ وہ آرزو یہ کشش ہے کیا ترے ناز میں
اُسے کون کہتا ہے بت شکن وہ جو دل ہے زلفِ ایاز میں

نہ وہ مستی اور نہ وہ دردِ سر، نہ وہ ابتدا نہ وہ انتہا
نہ وہ زمزمہ نہ وہ بیخودی، نہ وہ راز پردۂ ساز میں

میری زندگی میری موت ہے میری موت ہے میری زندگی
میرا جسم ظلمتِ ہند میں میری رُوح خاکِ حجاز میں

کوئی رات کہتا تھا نیم جاں میرا صبر ہے میرا امتحاں
یہ اثر ہے سوز و گداز میں یہ کشش ہے ناز و نیاز میں

نوٹ:- علامہ اقبال کی مشہور نعتیہ غزل: "کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباس مجاز میں" کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

قیام ہوشیار پور کے زمانے کا ذکر ہے زمیندار اخبار میں علامہ اقبال کی مشہور نعتیہ غزل "کبھی اے حقیقتِ .... شائع ہوئی۔ گرامی میاں علی محمد صاحب کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ عظامی صاحب نے یہ غزل پڑھ کر سنائی۔ گرامی پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی۔ اُنہوں نے آبدیدہ ہو کر اسی زمین میں یہ شعر اُردو میں کہہ دیئے:-

لہ (گرامی کی یادداشتوں میں سے لیا گیا)۔

ڈاکٹر علامہ اقبال

تو رازِ کُن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو
محبت کی زباں ہو جا اخوت کا بیاں ہو جا

نوا پیرا ہو اے بُلبل کہ ہو تیری ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

دلم سوزد زبی سامانیٔ قومے کہ میگوید
بکافر ایں جہاں دادند و مارا عالمے دیگر

مولانا گرامی

تو رازِ کُن فکاں ہے آپ اپنے پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو، بیخودی کا ترجماں ہو جا
ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو
محبت کی زباں ہو جا وفا کی داستاں ہو جا

بآہنگ حجازی زمزمہ پیدا ہو اے بُلبل
کہ پہلوئے کبوتر میں ہو شاہیں کا جگر پیدا

ہلاکم کرد حسرت میریٔ مسلم کہ میگوید
بکافر ایں جہاں دادند و مارا عالمے دیگر

علامہ اقبال کے ایک خط کی نقل

"مولانا گرامی شاعر حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ نے ظہوری کی مشہور غزل پر غزل لکھی تھی۔

جوانی ہم ہست — لن ترانی ہم ہست

غزل کے ایک نعتیہ شعر نے مجھے تڑپا دیا:۔

مارا بر فلک دو نیم کند — فقر را ترکمانی ہم ہست

لانا گرامی کا یہ شعر الہامی ہے۔ مگر چونکہ اس کا الہامی پہلو واضح نہ تھا۔ مجھے اس پر

ین کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی:۔

سخنیئے راندہ کہ جز قرشی — بسر مسند نبی نہ نشست

سنگ حرف تو شیشۂ معنی — در اُدیگاہ اقتیاز شکست

درس گیر از گرامی ہمہ درد — کہ تپید از خود و باو پیوست

رمز ترک و خلافت عربی — گفت آں میگسار بزم الست

مارا بر فلک دو نیم کند
فقر را ترکمانی ہم است

○

مخلیل اخبار بجنور۔ یو۔ پی سے یہ خط علامۂ عصر ڈاکٹر سر محمد اقبال کا نقل کیا گیا۔ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۲ء مطابق ۲۵ شعبان ۱۳۴۰ھ)" ۔ (گرامی کی یادداشتوں میں سے لیا گیا)۔

---

۵ اس غزل کے چند شعر یہ ہیں:۔

از خیالش نمی روم بیرون — عجز را پہلوانی ہم ہست

نتواند کردم کمند زدم — زور را ناتوانی ہم ہست

"حضرت اقبال ایک تازہ تضمین بزبانِ فارسی خلافتِ عثمانیہ کو ارسال فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ حسب ذیل خط بھی ہے :-

مخدومی ــــــ السلام علیکم

درد نقرس نے پائے قلم اور پائے عمل دونوں کو لنگ کر رکھا ہے زمانے کی ہوا بیماریوں میں بھی جمہوریت کی رُوح پھونک رہی ہے۔ ورنہ نقرس کو کہ امراء کی بیماری ہے، ہم فقیروں سے کیا کام۔ بہرحال خدا کا شکر ہے۔

یہ بھی ترا کرم ہے کہ نقرس دیا مجھ کو
صحت میں گو فقیر، مرض میں امیر ہوں

لیکن آپ کے پاس خاطر سے چند اشعار لکھتا ہوں۔"

(گرامی کی یادداشتوں میں سے نقل کیا گیا)۔

مولانا گرامی، اقبال کی نظر میں

مولانا گرامی کی وفات پر پنڈت ہری چند اختر (جو اُن دنوں ماہنامہ "مخزن" لاہور کے نائب مدیر تھے) نے علامہ اقبال کا انٹرویو لیا تھا۔ علامہ نے بابا گرامی کے اوصاف گنواتے ہوئے ان کی شخصیت، شاعرانہ کمال اور ناقدانہ نظر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آج سے تقریباً بیس پچیس سال پیشتر میرے اور مولانا گرامی کے تعلقات کا آغاز ہوا۔ آپ اس وقت مستقل طور پر حیدر آباد میں رہتے تھے اور کبھی کبھی پنجاب آیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں آپ زیادہ تر غزل ہی لکھا کرتے تھے۔ لیکن میرا یہ خیال ہے کہ اُنہیں غزل اور مثنوی دونوں پر قدرت حاصل تھی۔ رباعی زیادہ تر اُنہوں نے آخری عمر میں لکھی۔ ایک مثنوی مولانا روم کی طرز پر لکھنی شروع کی تھی جس کا کچھ حصہ شائع ہو چکا ہے دوسری مثنوی مُلّا غنیمت کنجاہی کی مثنوی کے انداز پر تھی۔ لیکن دونوں غالباً ختم نہیں ہوئیں آپ کا بیشتر کلام غزل پر مشتمل ہے۔ کئی سال ہوئے مولانا گرامی نے اپنے کلام کا ایک مجموعہ جو اُنہیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا مجھے دکھایا تھا، اس مجموعے کا حجم تقریباً تین سَو صفحے کا ہو گا۔ یہ مجموعہ بیاض کی صورت میں تھا اور اس میں تقریباً سب کی سب غزلیں موجود تھیں۔ مجھے معلوم نہیں یہ مجموعہ اب کہاں ہے؟ غالباً محفوظ ہو گا۔"[۱]

میرے نزدیک اصنافِ سخن میں ان کو غزل کے ساتھ خاص شغف تھا۔ فارسی لٹریچر

---

[۱] ماہنامہ مخزن لاہور۔ جون ۱۹۲۷ء، ۲۹، ۳۰

میں جو "تازہ گوئی" کا شوق اکبر کے عہد سے شروع ہوا تھا۔ مولانا گرامی کو اس دور کا آخری شاعر سمجھنا چاہیئے۔ ان کا کلام بہ حیثیت مجموعی بالخصوص نظیری کے کلام سے ایک خاص نسبت رکھتا ہے شعر سے ان کی طبیعت کو فطری مناسبت تھی۔ اس فطری مناسبت کے ساتھ زندگی کے عام حالات نے ان کو "فنا فی الشعر" کر دیا تھا۔ گفتگو اور عام روش میں وہ نہایت سیدھے سادے آدمی تھے لیکن حقیقت میں نہایت ذہین آدمی تھے اور شعر کے علاوہ زندگی کے دیگر امور میں عام طور پر دلچسپی نہیں لیتے تھے۔

جدید فارسی زبان کا اثر ان کے کلام پر مطلق نہ تھا۔ وہ کلاسیکی فارسی ہی میں لکھتے تھے فارسی زبان کے ساتھ ان کو طبعی مناسبت تھی اور تراکیب وضع کرنے میں تو ان کا انداز مجتہدانہ تھا۔ جدید فارسی تراکیب اور الفاظ سے اجتناب بھی ان کے صحیح ذوقِ شعر کی ایک دلیل ہے ان کے جذبات گہرے اور افکار بلند ہوتے تھے۔ وہ تقریباً ہر وقت فکرِ سخن میں مصروف رہتے تھے۔ بالخصوص رات کے وقت بہت کم کھاتے اور بہت کم سوتے تھے۔

ان کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ حافظہ بہت قوی تھا۔ فارسی کے ہزاروں اشعار ان کو ازبر تھے۔ اپنا کلام بھی سارے کا سارا یاد تھا۔ میرا عقیدہ ہے کہ وہ ہر پہلو سے اپنے زمانے کے بےنظیر آدمی تھے۔ سادگی، بے پروائی اور بلند پروازی کے ایسے مجموعہ کی مثال اس زمانے میں مشکل سے ملے گی۔

من جملہ دیگر خصوصیات کے ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اپنے کلام کو خود نہایت گہری ناقدانہ نظر سے دیکھتے تھے۔ آخری عمر میں ان کی طبیعت طول نویسی کا بار برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اپنی عمر کے آخری دو تین برسوں میں اُنہوں نے رباعی کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے فارسی نثر میں اُنہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ لیکن عام حالات سے اندازہ کر کے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ فارسی نثر لکھتے تو نہایت شگفتہ لکھتے

ان کے اُردو خطوط بھی جدّتِ بیان سے خالی نہ ہوتے تھے۔ وہ نہایت صُلح کُل تھے۔ اُن کے اخلاق وسیع تھے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ وہ کسی کے کلام پر اُس کے سامنے نکتہ چینی کریں۔ وہ اعلےٰ درجے کے شاعر ہونے کے علاوہ اعلےٰ پایہ کے نقاد شاعر بھی تھے۔ جب انہیں کوئی اچھا شعر سُنایا جاتا تو ان کو معاً یاد ہو جاتا اور پھر کئی کئی دن تک اسے پڑھتے رہتے۔

گرامی کو خانِ خاناں کے زمانے میں پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ قدرت کی ستم ظریفی نے انہیں اس زمانے میں پیدا کر دیا۔ مگر یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ میر محبوب علی خاں عرش آشیانی نے ایک ایسے زمانے میں اُن کی قدر افزائی کی جب فارسی شعر کا چراغ ہندوستان میں گُل ہو چکا تھا۔ پنجاب کی ادبی روایات جس کا سلسلہ مسعود سعد سلمان سے شروع ہوتا ہے۔ اصل میں فارسی سے وابستہ تھیں۔ مولانا گرامی ان روایات کے بہترین حامل تھے۔

گرامی کی بہترین یادگار ان کا کلام ہے۔ ان کے احباب اور مداحین کو چاہیئے کہ وہ ان کے کلام کو ان کے ورثاء سے حاصل کر کے شائع کر دیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اپنے کلام کا ایک حصّہ وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے ہیں۔

بعد میں علامہ اقبالؔ نے مندرجہ ذیل اشعار سے مولانا گرامی کو خراجِ عقیدت پیش کیا:۔

آہ! مولانا گرامی از جہاں بر بست رخت | آنکہ زد فکر بلندش آسماں را بشت پای
معنیٔ مستور او در لفظ رنگینش نگر | مثلِ حُور بے حجاب اندر بہشت دلکشای
از نوای جاں فزای او عجم را زندگی | جامِ جمشید از شرابِ ناب او گیتی نمای
یاد ایامے کہ با او گفتگو ہا داشتیم | اے خوشا حرفے کہ گوید آشنا با آشنای

بر مزارش پست ترکن پردہ ہای ساز را
تا نہ گردد خوابِ او آشفتہ از شورِ نوای

علامہ اقبالؔ نے اپنے مکتوب ۹، فروری ۱۹۲۲ء میں گرامی کو لکھا تھا۔
"گرامی کا جسم جہان سے رخصت ہو سکتا ہے مگر گرامی اس جہان میں رہیگا وہ ایک زندہ ہستی ہے اسے فنا نہیں۔"

اقبالؔ، گرامی کی نظر میں

دیوانِ گرامی اور رباعیاتِ گرامی میں جگہ جگہ اقبالؔ کی تعریف میں اشعار ملتے ہیں۔

مابذوقِ سوختن کم ساختیم — بے خودی را از خودی نشناختیم
آں نوا پردازِ اسرارِ ازل — شہسوارِ عرصۂ علم و عمل
ساخت بادلہا و بودش ہیچ نیست — سوخت دلہارا و دودش ہیچ نیست

بے خودی را در خودی منزل شناس — در غبارِ کارواں محمل شناس
از نوا آتشی بزمِ یورپ در خروش — حکمتِ امریکہ او را سفتہ گوش
نالہائے آتشینِ آں حکیم — سوخت رخت فتنۂ امید و بیم

درس ماضی از کتاب حال گیر — ساغر از خمخانۂ اقبال گیر
حضرتِ اقبال آں بالغ نظر — دارد از بود و نبود ما خبر

در دیدہ معنی نگہاں حضرت اقبال — پیغمبری کرد و پیمبر نتواں گفت

انجمن حمایت اسلام کے ایک اجلاس میں گرامی نے اقبالؔ کے بارے میں اس قسم کے اشعار سے اظہار کیا تھا :۔[ا]

حکمت آموزِ حال و استقبال | وہ چہ علّامہ الیست سراقبال
می دہد جلوہ حال را در قال | گو ئٹے را جواب سراقبال

الہام بود ہمہ کلام اقبال | شہباز معانی ست بدام اقبال
سر بر خط او نہد گرامی کہ قضا | زد سکۂ خسروی بنام اقبال

اقبال کہ نظم او ادب پیغام است | سر جلوۂ آغاز و فا انجام است
برخیز کہ جلوہ ریز آں جوہر فرد | در انجمن حمایت اسلام است

"رموزِ بیخودی" کے متعلق گرامی رقمطراز ہیں :۔

در گلبن عقل بچیدم گلے | در گلشن دہر زندگانی مرگ است
واللہ رموز بیخودی فکر حکیم | گر فہم نہ کرد نکتہ دانی مرگ است

مولانا گرامیؔ نے جاوید اقبال کی پیدائش پر بھی چند رباعیاں کہی تھیں جو "رباعیاتِ گرامی" میں موجود ہیں۔ جن سے خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ بعض خطوط سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ گرامی، علامہ سے اتنے بے تکلف تھے کہ سفارش کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

ایک خطؔ ملاحظہ فرمایئے :۔

[ا] مکتوب گرامی بنام علامہ اقبال (غیر مطبوعہ)

خدمت حضرت ترجمانِ حقیقت، علامۂ دہر، سر ڈاکٹر اقبال ایم اے بیرسٹرایٹ لاء۔ لاہور

تسلیم!

گرامی نے رختِ عقل کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ستارہ سوختہ گرامی کیا لکھے کیا نہ لکھے۔ دو چار شعر لکھتا ہوں غزل ناتمام ہے تمام کر دیجئے۔ مگر میں نے سُنا ہے کہ لاہور میں ہوشیار پور سے زیادہ گرمی ہے۔[1]

آپ کا ایک کاٹھ (خط) آیا تھا۔ ایک شعر دلآویز اس میں تھا میں اس کا مطلب نہیں سمجھا، سمجھا دیجئے۔

لوگ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں سفارش کر دو۔ تنگ آ گیا ہوں۔ کیا کیا جاوے۔ ریاست حیدر آباد میں سفارش کرنے کی مجھے عادت ہے وہ عادت جزوِ لاینفک ہے۔ مجبور ہوں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی نظروں میں گرامی کی وقعت وہ رہی نہیں۔ گرامی کی سفارش نقش بر آب کا حکم رکھتی ہے۔ میں جھوٹ بولتا نہیں ورنہ کہہ سکتا ہوں کہ سفارش کر دی گئی۔ نمبر ۹۴۱ کا خیال رکھیں، وکالت کے امتحان میں۔ میرے ایک دوست کے فرزندِ ارجمند ہیں۔

والسلام

گرامی

---

[1] ایک خط میں لکھتے ہیں ”گرامی چاہتا ہے کہ لاہور آؤں۔ مگر خاکِ دکن کا جذبہ غالب ہے۔“ ایک اور خط میں لکھتے ہیں:۔

لاہور آؤں گا، حاضرِ خدمت ہوں گا۔ حیدر آباد کی سیر کا بھی ارادہ ہے وہاں کے احباب ہر زہ سرا گرامی کے آرزو مند ہیں۔ پنجاب کی آوارہ گردی کی انتہا ہو گئی۔ انشاء اللہ مجذوب گرامی اقبال کو حیدر آباد میں کھینچے گا ——— راقم گرامی

علامہ اقبال اپنے مکتوب ۱۰ر جون ۱۹۱۸ء میں لکھتے ہیں

”لاہور تشریف لانے کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا، اس پر لاہور کی تمام آبادی میں کسی کو بھی اعتبار نہیں۔ حتیٰ کہ سادہ لوح بچے بھی اس پر اعتبار نہیں کر سکتے۔“

آپ اکثر لوگوں کو علامہ اقبالؔ سے مشورہ لینے کی ہدایت کرتے تھے - چودھری الہامیؔ کو لکھتے ہیں :-

خدمت چودھری الہامیؔ صاحب

تسلیم —— آپ کا خط مجھے مل گیا - آپ کا پتہ لاہور ہیں کیا ہے کہاں خط بھیجوں - ایک شخص نے کہا ہے کہ ہندو اخبار میں ہیں اسی پتہ پر خط لکھتا ہوں میں بہت خوش ہوا - آپ لاہور چلے گئے - اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپ لاہور میں رہ کر بہت ترقی کریں گے - آپ کا کلام بہت اچھا ہے - ؏

الہامیؔ ہے افضل کہ عطامیؔ ہے عزیز

بہ نسبت پہلے کی یہ صحیح ہے -

غالباً حضرت ڈاکٹر سر علامہ اقبال کہ ملے ہوں گے - ان کی خدمت میں گرامیؔ کا سلام عرض کر دیجئے -

ایک مشورہ آپ کو ادرہ دیتا ہوں وہ یہ کہ اپنا کلام حضرت محمدؐ عصر کو دکھلایا کیجئے - گرامی آہستہ آہستہ مر رہا ہے - گرامی کا پیمانہ عمر بریز ہو گیا ہے -

والسلام

گرامیؔ

(غیر مطبوعہ خط)

"گرامی نے ڈاکٹر اقبال کو ایک خط لکھا تھا - سوال یہ تھا کہ گرامی کو خاکِ پنجاب جذب کرے گی یا خاکِ دکن - ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا کہ مراقبہ کر کے اس سوال کے جواب سے مجھے آگاہ کیجئے - انہوں نے گرامی کو یہ خط لکھا ــــ بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے مجددِ عصر کا خط پڑھنے کے قابل ہے - سبحان اللہ کیا جواب دیا ہے - گویا الہام ہے -

جناب مولینا گرامی مدظلہٗ العالی

لاہور - ۱۲ / اکتوبر ۱۹۱۸ء

گرامی کو خاکِ پنجاب جذب کرے گی یا خاکِ دکن ؟ اس سوال کے جواب کے لئے حسب الحکم مراقبہ کیا ، جو انکشاف ہوا - عرض کیا جاتا ہے -

گرامی "مسلم" ہے اور "مسلم" تودۂ خاک نہیں کہ اسے خاک جذب کر سکے - یہ ایک قوتِ نورانیہ ہے کہ جامع ہے - جواہر موسویت و ابراہیمیت کی آگ اسے چھو جائے تو بردو سلام بن جائے - پانی اس کی ہیبت سے خشک ہو جائے - آسمان و زمین میں یہ سما نہیں سکتی کہ اس میں یہ دونوں ہستیاں سمائی ہوئی ہیں - پانی آگ کو جذب کر لیتا ہے - عدم بُود کو کھا جاتا ہے پستی بلندی میں سما جاتی ہے - مگر جو قوت جامع اضداد ہو اور محلّ تمام تناقضات کی ہو گئے کون جذب کرے ؟ مسلم کو موت نہیں چھو سکتی کہ اس کی قوتِ حیات موت کو اپنے اندر جذب کر کے حیات و ممات کا تناقض مٹا چکی ہے - شاید نضیر نام کا ایک شخص تھا ، پہلے حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو سخت ایذا دیتا تھا - فتح مکہ کے بعد جب حضورؐ شہر میں داخل ہوئے تو ایک مجمع عام میں آپ نے علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو - ذو الفقار حیدری نے ایک آن میں اس کم بخت کا خاتمہ کر دیا - اس کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی - لیکن وہ ہستی جن کی آنکھوں میں دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا تھی ، جس کا قلب تاثرات لطیفہ کا سرچشمہ تھا ، جو ایک عالم کے لئے سراپا رحمت و شفقت تھی ، اس دردانگیز منظر سے مطلق متاثر نہ ہوئی - نضیر کی بیٹی نے باپ کے قتل کی خبر سُنی تو وہ نوحہ و فریاد کرتی اور باپ کی

ئی میں درد انگیز اشعار پڑھتی ہوئی دربارِ نبوی میں حاضر ہوئی۔

اللہ اکبر! اشعار سُنتے تو حضورؐ اس قدر متاثر ہوئے کہ اس لڑکی کے ساتھ مل کر نے لگے۔ یہاں تک کہ جوشِ ہمدردی نے اُس سب سے زیادہ ضبط کرنے والے ن کے سینے سے بھی ایک آہِ سرد نکلوا کر چھوڑی۔ پھر نضیر کی تڑپتی ہوئی لاش کی اشارہ کر کے فرمایا:۔

یہ فعل محمد رسول اللہ کا ہے۔ اور اپنی روتی ہوئی آنکھ پر انگلی رکھ کر کہا" یہ محمد بن عبد اللہ کا ہے" پھر حکم دیا کہ نضیر کے بعد کوئی شخص مکہ میں قتل نہ کیا جاوے۔

غرض کہ اس طرح مسلم خیف جذبات متناقض یعنی قہر و محبت کو اپنے قلب کی گرمی لیل کرتا ہے۔ اور اس کا دائرہ اثر اخلاقی تناقضات تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام طبعی ضات پر بھی حاوی ہے۔ "پھر مسلم" جو حامل ہے محمدیت کا اور وارث ہے موسویت کا براہیمیت کا، کیونکر کسی "شے" میں جذب ہو سکتا ہے؟ البتہ اس زمان و مکان کی دنیا کے مرکز میں، ایک ریگستان ہے جو مسلم کو جذب کر سکتا ہے۔ اور اس کی قوتِ جاذبہ اتی اور فطری نہیں۔ بلکہ مستعار ہے ایک کفِ پا سے جس نے اس ریگستان کے چمکتے ں کو کبھی پامال کیا تھا۔

(مولانا گرامی کی یادداشتوں میں سے نقل کیا گیا)

:- انشاء اور طرزِ بیان کے اعتبار سے یہ خط اردو انشاء کا ایسا شاہکار ہے جو ادبِ عالیہ میں شمار ہونے کے لائق ہے۔

لطیف نوک جھونک

گرامی کے ادب و احترام کے باوجود علامہ اقبال خطوں میں لطیف نوک جھونک کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمادیں:۔

"آپ کا تخلص "گرامی" کی جگہ "نومی" ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آپ سوتے بہت ہیں معلوم ہوتا ہے راون لنکا کے بادشاہ کی طرح آپ چھ ماہ سوتے ہیں اور چھ ماہ جاگتے ہیں۔ حیدر آباد کی شاہی میں تبدیلی ہوئی، وزارت بدل گئی مگر آپ ابھی تک اونگھ رہے ہیں۔ برائے خدا کبھی اپنی خیریت سے مطلع کیا کرو۔ آپ کے بہت سے لاہوری دوست استفسارِ حال کرتے ہیں تو مجھے یہی جواب دینا پڑتا ہے کہ مولانا گرامی آرام میں ہیں۔ اکثر تو یہ کہتے ہیں کہ ان کو خط لکھ کر جگائیے مگر اس کے لئے شورِ محشر کی ضرورت ہے۔ خطوں سے کیا ہوتا ہے ——
ہمنام اقبال (گرامی کی اہلیہ اقبال بیگم ترک) سلام قبول کریں۔ نیز ان سے درخواست ہے کہ مولوی گرامی یعنی "شیخ نامی" سے جس طرح بن پڑے خط لکھوائیں"[1]

"آپ کہاں ہیں حیدر آباد میں یا عدم آباد میں؟ اگر عدم آباد میں ہیں تو مجھے مطلع کیجئے کہ میں آپ کو تعزیت نامہ لکھوں۔ صدیاں گذر گئیں کہیں آپ کا کلام دیکھنے میں نہیں آیا۔ کبھی کبھی چند اشعار بھیج دیا کرو تو کونسی بڑی بات ہے —— امید ہے بابا گرامی اچھا ہوگا اور نئے نکاح کی فکر میں اپنے آپ کو نہ گھلاتا ہوگا"[2]

---

[1] مکتوب اقبال بنام گرامی، ۳ ستمبر ۱۹۱۲ء (مکاتیب اقبال بنام گرامی)

[2] مکتوب اقبال بنام گرامی ۱۳ جنوری ۱۹۱۴ء (مکاتیب اقبال بنام گرامی)

"حیدرآباد سے جو مفصل خط آپ کو آیا ہے اس کے مضمون سے مجھے بھی آگاہ کیجئے آپ لکھتے ہیں۔ "لاہور میں آن کر عرض کروں گا" مگر اس پیشگوئی کے لئے کہ گرامی لاہور کبھی نہ آئے گا کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں۔ جالندھر اور ہوشیارپور کا ہر شیر خوار بچہ بلا تامل ایسی پیشگوئی کر سکتا ہے[1]"

"گرامی سال خوردہ ہے یعنی سالوں اور برسوں کو کھا جاتا ہے۔ پھر بوڑھا کیونکر ہو سکتا ہے۔ بوڑھا تو وہ ہے جس کو سال اور برس کھا جائیں[2]"

"خدا کے فضل سے اب قدرے آرام ہے۔ گو حرکت میں ابھی تک اشکال ہے۔ میری خبر کے لئے آپ آچکے۔ اگر میں لاہور میں مرا اور آپ اس وقت میاں میر میں ہوئے تو میں اپنے ورثاء کو وصیت کر جاؤں گا کہ مولانا گرامی کو اطلاع نہ دی جائے تاکہ ان کو سفر کی تکلیف نہ ہو[3]"

اسی طرح گرامی بھی ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"گرامی سفید ریش ہے۔ غزالان معانی کو دام میں نہیں لا سکتا۔ ممکن ہے ریش سفید سے رم کرتی ہوں۔ چند روز صبر کیجئے خضاب سے ریش و سر ریش کا منہ کالا کروں گا پھر غزل کا منہ کالا کروں گا" جناب نے صحیح کہا ہے:۔

"از خضابم نرسد مطلب دیگر بہ خیال
این قدر ہست کہ آہو نظران رم نہ کنند"

---

[1] مکتوب اقبال بنام گرامی، ۳۰ ستمبر ۱۹۱۷ء [2] مکتوب اقبال بنام گرامی، ۴ نومبر ۱۹۱۸ء

[3] مکتوب اقبال بنام گرامی، ۲۰ جولائی ۱۹۲۲ء

علامہ اقبال اپنے ۲۲ ر اگست ۱۹۱۷ء کے خط میں لکھتے ہیں۔

"بھلا میں تو آپ کی طبیعت سے واقف ہوں اور آپ کی وعدہ خلافیوں کا عادی ہو چکا ہوں۔ بیچارے تاج محمد نے آپ کا کیا قصور کیا ہے کہ اس کو یہ اُمید دلا دی کہ اکٹھے لاہور چلیں گے؟ وہ بزرگ پہلے بھی آپ کے زخم خوردہ ہیں۔ آپ کا دل غیور ضرور ہے مگر غیوری ایسی چیز ہے کہ عدم ایفائے وعدہ کے لئے بھی ایسی ہو سکتی ہے جیسی کہ ایفائے وعدہ کے لئے۔ ....

پھر یاد دلاتا ہوں کیونکہ آپ کے آنے کی توقع نہیں ہے۔ دیکھیں آپ کا ضمیر کیا دکھلاتا ہے۔ مہاراجہ بہادر کا بھی خط آیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان کو بھی آپ کی رائے سے پورا اتفاق ہے۔ حالانکہ میں نے کسی کو آپ کی رائے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نظام کا چیف سیکرٹری ہو تو گرامی[1] وزیر اعظم ہونے کے قابل ہے یا کم از کم معزول شدہ وزیر یا پیش کار۔"

۱۶ ر مارچ ۱۹۱۹ء کے مکتوب میں علامہ لکھتے ہیں۔

"کیا خوب، گرامی تو اقبال کو پورا سال ٹالتا رہا اور اقبال ایک ہی خط میں آ جائے یہ کیونکر ممکن ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شاعر جس قدر بلند نظر ہوگا اسی قدر سادہ دل بھی ہوگا۔ حضرت یہ توقع آپ کے مبنی بر انصاف ہے۔ پہلے آپ لاہور تشریف لائیے پھر اقبال بھی جالندھر آئے گا۔"

---

[1] اس سلسلے میں گرامی کا مشورہ یہ تھا "حیدر آباد سے اگر میر مجلس کا منصب جلیلہ یا حضور بندگانِ عالی کی سیکرٹری کی خدمت ملے ضرور منظور کر لیجئے گا۔ گرامی کی پیشگوئی غلط نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں الہام غلط نہیں ہوتا" اسی بنا پر اقبال نے مذاق سے یہ جملہ لکھا تھا۔

"آپ تو کبھی خط ہی نہیں لکھتے۔ خدا جانے آپ کو کیا ہو گیا ہے۔"[1]

"مثنوی ختم ہو گئی ہے۔ آپ تشریف لائیں تو آپ کو دکھا کر اس کی اشاعت کا اہتمام کروں۔ مگر فروری مارچ تو محض وعدۂ معشوقانہ معلوم ہوتا ہے۔ گرامی سے حیدر آباد نہیں چھوٹ سکتا۔ کاش میں خود حیدر آباد پہنچ سکوں۔ مگر یہ بات اپنے بس کی نہیں۔ نہ یہاں کے حالات و مشاغل سفر کی اجازت دیتے ہیں نہ حیدر آباد کافی زور سے کشش کرتا ہے۔ آپ کی دعائے نیم شبی کو بھی معلوم ہوتا ہے آسمان تک رسائی نہیں۔"[2]

"عرصہ ہوا میں نے دو چار خطوط آپ کی خدمت میں لکھے مگر آپ کے تساہل نے ایک کا جواب نہ دیا۔ عصائے پیر تو مدت ہوئی محو خواب تھا اب معلوم ہوتا ہے خود پیر بھی خواب میں ہیں۔ بندۂ خدا کبھی کبھی اپنی خیریت سے تو مطلع کر دیا کرو۔ بوڑھے ہو کر جوانانِ رعنا کی ناز فرمائیاں چہ معنی دارد۔"[3]

"آپ کا والا نامہ ملا۔ سبحان اللہ کیا عمدہ غزل لکھی ہے۔ اسی واسطے تو آپ کی جدائی میں آہ نکلتی ہے۔ مگر آپ ہیں کہ جگہ سے نہیں ہلتے۔"[4]

"آپ کا خط ابھی مل گیا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔ سردی گئی، گرمی شروع ہو گئی اور گذر بھی جائے گی مگر آپ ہوشیار پور سے نہ ہلیں گے۔"[5]

"سبحان اللہ! سبحان اللہ! آپ کے ایک ایک مصرعے میں سو سو بوتل کا نشہ ہے اسی واسطے تو گرامی پیر مغاں ہے۔"[6]

---

[1] مکتوبِ اقبال بنام گرامی ۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۱۲ء۔ [2] مکتوب اقبال بنام گرامی ۱۸ جنوری ۱۹۱۵ء

[3] " " " ۵ جنوری ۱۹۱۵ء [4] " " " ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء

[5] " " " ۱۹ فروری ۱۹۱۷ء [6] " " " ۵ جنوری ۱۹۲۲ء

سر عبدالقادر اور جوشؔ ملیح آبادی کی عقیدت :۔

علامہ اقبالؔ کے علاوہ محمد حسین آزادؔ سے لیکر جوشؔ تک سب گرامیؔ کے معترف تھے۔ مولانا محمد حسین آزادؔ نے یکم ستمبر ۱۸۸۸ء کو اپنے مکتوب[1] میں میجر سید حسن بلگرامیؔ کو لکھا تھا "گرامی کو میں خوب جانتا ہوں، یونیورسٹی پنجاب میں پڑھتا رہا ہے۔ وہاں سے نکل کر بھی کئی سال مجھ سے ملتا رہا ہے۔ بارہ سال کا مسلسل مشاق ہے اور جس رنگ میں وہ لکھتا ہے اس میں آج اوّل درجہ کا شاعر ہے۔ اس کی طبیعتِ خیال بلند ہے۔ جلال اسیرؔ، قاسم مشہدیؔ، ظہوریؔ وغیرہ ہند میں اسی طرز میں کہتے تھے۔ افسوس کہ سخندانِ فارس مشتہر نہیں ہوا جو میرے اس مختصر فقرے کا مفصل مزا آجاتا۔"

شیخ عبدالقادر (ایڈیٹر رسالہ مخزن لاہور) اپنے ایک خط[2] میں لکھتے ہیں "یار گرامی! آپ فرماتے ہیں کہ چار پانچ روز تک آتے ہیں۔ اعتبار جب ہی آئے جب آجاؤ۔ ورنہ باتیں تو مدت سے سنتے ہیں۔ ہوشیارپور میں اگر جی نہ لگتا تو اتنے دن تک پڑے کیونکر رہتے احباب فرض کر لیتے ہیں کہ آپ اکتا گئے اور آپ آئیں گے۔ ؎

سب سہو ہو گئیں تیری وعدہ خلافیاں
پھر اعتبار ہے تیرے عہدِ جدید کا

رہا نظم کا معاملہ انجمن آپ سے خود نظم کہلوائے گی اور لاہور میں اگر جلسہ سے پہلے پہنچ جاؤ گے تو کوشش کی جائے گی کہ اسبابِ تحریکِ شعر مہیا کئے جاویں۔ اقبالؔ سے بھی وہ نظمیں سنوائیں گے جو شعر آور ہوں ——— آپ ابھی سے کہن سالی کی کیوں لاف زنی

---

[1] مکتوب آزادؔ، مطبوعہ گیلانی پریس لاہور (۱۹۲۷ء) ص۔ ۳۶

[2] شیخ سر عبدالقادر نے یہ خط لاہور سے یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو لکھا تھا۔ (غیر مطبوعہ

رتے ہیں۔ ابھی تو آپ ماشاء اللہ جوان ہیں۔ یہ رنگ، یہ روغن، یہ بانکی پگڑی، یہ
لدار جوتی، اس پہ پیرانہ سالی لیجئے چہ۔ اور ویسے اگر بوڑھے ہو بھی جاؤ گے تو طبیعت
بوڑھی ہو چلی ہے۔ یہ ہمیشہ رنگینی کا دم بھرے گی اور جوانی کے رنگ دکھلائے گی۔
ں ایسی باتیں نہ بنائیے اور تشریف لائیں۔ یہاں سب تصفیئے ہو جائیں گے ——
رے خریدار سے پوچھئے گا کہ پرچے میں کون سی چیز پسند ہوئی۔ تحسین سخن شناس
م ہی تو نہیں۔"

نیاز مند

شیخ عبدالقادر

جناب جوش نے حیدرآباد دکن سے ۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو ایک خط گرامی کو لکھا۔
"قبلہ محترم —— سلام مخلصانہ قبول فرمادیں۔ آپ کا ۳۱ جولائی ۱۹۲۴ء کا گرامی نامہ
ھے آج ۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو ملا۔ بات یہ ہے کہ میں ایک زمانہ دراز سے حیدرآباد میں ہوں
ور ڈاک کا دو چار مہینے اُدھر تک نہایت اَبتر انتظام رہا ہے۔ کل اتفاق سے ملیح آباد کا
ٹ بکس جو تازہ آیا ہوا ہے کھولا اور اس میں آپ کا خط ملا، جسے میرے گھر والوں نے اپنی
فلت کے باعث بکس میں ڈال رکھا تھا۔"

کیا عرض کروں مجھے یہ خیال کر کے اس وقت کتنی سخت تکلیف ہے کہ آپ نے میری

در ہے کہ گرامی جب تک حیدرآباد میں رہے (۱۷-۱۹۱۶ء) خوب ٹھاٹھ سے رہے۔ اُنھوں نے
ں کی طرز بود و ماند اختیار کر لی تھی۔ وہ حیدرآبادی وضع کی شیروانی اور اَڑا پاجامہ پہنتے، سر پر ململ
س گز لمبی عنابی یا پیازی رنگ کی دستار باندھتے، بھری بھری داڑھی پہ حنا لگاتے اور درمیان سے
ں نکالتے۔

خاموشی کا کیا اثر لیا ہوگا ــــــــــ اللہ اللہ وہ گرامی جس کی زیارت کا میں ا[...] زمانے سے مشتاق ہوں اور جس کے کلام پر میں پہروں سر دھنتا ہوں، وہ خط لکھے اور [...] وہ خط مہینوں کے بعد ملے۔

میری عقیدت کا آپ کو میرے ایک بہت پرانے مقطعے سے اندازہ ہوگا جو میں نے آپ کی اور اقبال کی یاد میں کہا تھا:

زمانہ دیکھئے پنجاب کب اے جوش پہنچائے
بہت سے مشورے کرنے ہیں اقبال و گرامی سے

مجھے اس بات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ آپ نے اس بے تکلفی کے ساتھ مجھے آموں کے واسطے تحریر فرمایا۔ لیکن ملال ضرور ہے کہ وی پی کی فرمائش کی، اگر آپ وی پی کے واسطے تحریر نہ فرماتے تو اس سے بھی زیادہ آپ کا ممنون ہوتا۔ اور یہ کہ ایک پرانے زمانے کے خلوص کی نہایت درخشاں مثال بھی ہوتی۔ تاہم آپ اس کا یقین فرمائیں کہ میں اس فرمائش کے واسطے بہت ممنون ہوں۔

آپ کی رباعیوں کے متعلق میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ دراصل یہ مجھ ایسے پست درجے کے آدمی کی تعریف سے مستغنی ہے۔ میں آپ کے ایک ایک حرف کو حرزِ جاں سمجھتا ہوں۔ پروردگارِ عالم آپ کو زمانہ دراز تک تندرست و برقرار رکھے ــــــــــ ؏

در پہلوئے مرگ زندگانی کردیم

سبحان اللہ، سبحان، بخدا تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ اب چونکہ مجھے جناب سے خط و کتابت کی سعادت میسر آگئی ہے اسلئے میری تمنا ہے کہ گاہ گاہ خیریت مزاج سے مطلع فرمایا کیجئے۔[1]

نیازمند جوش

---

[1] مولانا گرامی جواب میں لکھتے ہیں۔ بعد تسلیم۔ آپکا خط مجھے مل گیا یا یہ کہ جوش کا گرامی نامہ ہوش کو مل گیا۔ گرامی سر جوش محبت [...] شکریہ ادا کرتا ہے۔ میں بہت خوش ہوا کہ حضرت جوش حیدر آباد میں جلوہ افروز ہیں۔ ممکن ہے گرامی حیدر آباد میں آ[...] ملے۔ حیدر آباد کو جوش کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کا دلآویز کلام اکثر میری نظر سے گذرتا ہے۔ آپ کی غائبانہ م[...] کا اسیر ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔ والسلام۔ گرامی۔

اقبال بیگم (بیگم گرامی)

گرامی کی شادی ہوشیارپور کے شیخ قمرالدین کی دختر نوراں بھری سے ہوئی جو بعد میں اقبال بیگم کہلائی۔ اس شادی کے بعد گرامی نے بھی جالندھر کی بجائے ہوشیارپور ہی کو مستقر بنا لیا۔ خود کہتے ہیں:

"گرامی از شہر ہوشیارپور زن گرفت وبجائے آں کہ زن را بہ شہر خود بیاورد خودش بہ شہر زن منتقل شد۔" (یعنی لوگ تو جورو بیاہ کر لاتے ہیں، گرامی کو جورو بیاہ لے گئی)۔

اقبال بیگم کا ساتھ آخری وقت تک رہا۔ گرامی کو اقبال بیگم سے محبت ہی نہیں عشق تھا۔ وہ اپنے ۱۰ر مارچ ۱۹۱۸ء والے خط[1] میں لکھتے ہیں۔ "ابھی آپ کا خط ملا۔ میں خط کا جواب دیتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲ر مارچ تک دہلی میں آپ کا انتظار کرتا ہوں۔ فرمائیے کب آئیں گے؟ کیا ارادہ ہے آنے کا ہے یا نہیں؟ آپ کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ آپ کا ارادہ دہلی آنے کا نہیں۔ اگر یہی ارادہ ہے تو مجھے لکھو میں آپکے پاس جالندھر آجاتا ہوں۔ بہت جلد اس خط کا جواب لکھو۔ میں آپ کا منتظر ہوں۔ گرامی ابھی تک آپ کی صحت وعافیت کی بشارت کے سہارے پر جیتا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اقبال کو گرامی سے ملائے۔ آپ کی بیقراری سے گرامی بھی بیقرار ہے۔ آپ کی زندگی کے ساتھ گرامی کی زندگی ہے۔ خداوند کریم آپ کو سلامت رکھے۔"

ایک اور خط[2] میں لکھتے ہیں: "آپ کا خط مجھے مل گیا ہے۔ میں آج شیخ محمد اقبال صاحب

---

[1] مکتوب گرامی بنام اقبال بیگم، ۱۰ر مارچ ۱۹۱۸ء، [2] مکتوب گرامی بنام اقبال بیگم یکم جنوری ۱۹۱۹ء۔ انارکلی لاہور۔ (غیر مطبوعہ مکاتیب)

کے ہاں آگیا ہوں۔ آپ مہربانی فرما کر لاہور تشریف لے آویں۔ میں آپ کے واسطے ٹھہر گیا ہوں۔ آپ کی انتظار ہے۔ اس خط کے پہنچتے ہی مجھے اطلاع دیجئے کہ آپ ہوشیار پور سے کس دن سوار ہوں گی۔ میں خود اسٹیشن پر سے آپ کو لاؤں گا۔ فرمائیے کس روز تشریف لائیں گی۔ جلد آجانا چاہیئے۔ اقبال بیگم آپ کو دیکھے ایک عرصہ ہو گیا ہے"۔

ہوشیار پور میں گرامی نے ایک شاندار حویلی تعمیر کرائی جس کی پیشانی پر یہ کندہ تھا۔ "سر جلوۂ اقبال گرامی منزل"۔

اقبال بیگم سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ یہ محرومی کبھی کبھار دل میں چٹکی لیتی تھی اور گرامی حسرت و یاس کے عالم میں فرمایا کرتے تھے کہ "نخل بے ثمر ہوں"۔ چنانچہ "نالۂ گرامی در حسرتِ جوانی" کے عنوان سے ایک مثنوی بھی کہہ ڈالی۔ اولاد کی خاطر نورمحل کی ایک خاتون سے نکاحِ ثانی بھی کر لیا۔ مگر رخصتی سے پہلے ہی اقبال بیگم کے واویلا کرنے پر کہ اس بڑھاپے کے زمانے میں مجھ پر بلاقصور سوت لا بٹھاؤ گے اور علامہ اقبال کے سمجھانے پر کہ اولاد ہی سے نام نہیں رہتا، آپ کا کلام مدت دراز تک آپ کو زندہ رکھے گا، گرامی نے نصف مہر ادا کر کے اسے طلاق دے دی۔

اقبال بیگم اور شاعری :-

شاعر (گرامی) کی صحبت میں رہ کر اقبال بیگم بھی شاعرہ ہو گئی تھی۔ "ترک" تخلص کرتی تھی، اردو میں خوب شعر کہتی تھی۔ ہوشیار پور کے چند پڑھے لکھے نوجوانوں اور با مذاق لوگوں نے "بزمِ گرامی" کے نام سے ایک مجلسِ مشاعرہ قائم کی جس کی سرپرستی میں مشاعرے ہوتے تھے اور گرامی بھی اس میں اپنا کلام سناتے تھے ایک دفعہ مصرع طرح دیا گیا :

ع

سخن عشق ہے مشکل بھی ہے، آسان بھی ہے

مشاعرہ شیخ جان محمد رنگین کے مکان پر گرامی کی صدارت میں ہوا۔ بیگم گرامی نے بھی

ایک غزل کہہ کر بھیجی جو مولوی عزیزالدین عظامی نے پڑھ کر سنائی، خوب داد ملی ۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے :۔

عشق میں یاس بھی ہے یاس میں ارمان بھی ہے
عشق میں کفر بھی ہے کفر میں ایمان بھی ہے

کشمکش میں ہوں کہ وہ بھید کہوں یا نہ کہوں
فتوئ عشق بھی ہے عقل کا فرمان بھی ہے

حال وارفتگی قیس نہ پوچھ اے لیلیٰ
دامن دشت بھی ہے چاک گریبان بھی ہے

میرا ہادی، میرا رہبر، میرا مرشد، میرا پیر
شیخ ہجویری بھی، اجمیری بھی، جیلانی بھی ہے

کیا دلآویز کہی ترک گرامی نے غزل
سخن عشق ہے مشکل بھی ہے آسان بھی ہے

یہ اشعار بھی اقبال بیگم ترک ہی کے ہیں :۔

گرفتاری کا سودا عاشق دلگیر رکھتے ہیں
کہ گردن میں کمند اور پاؤں میں زنجیر رکھتے ہیں

ہے کیا حاجت بھلا کوس و علم کی ہم فقیروں کو
کہ ہم آہ سحر اور نالۂ شب گیر رکھتے ہیں

دل کو رہتی ہے جستجو تیری
عشق تیرا ہے آرزو تیری

گرامی کی وفات پر ترک نے مرثیہ بھی لکھا تھا جس کا مشہور شعر یہ تھا :۔

کہے کوئی انا الحق ہم انا المحبوب کہتے ہیں
سر اپنا، اپنا سودا، جان اپنی، امتحاں اپنا

مظفر احمد فضلی نے اس پر مخمس لکھی جس کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں :۔

نہ ہمدم ہے کوئی اپنا نہ کوئی مہرباں اپنا
نہ کوئی اپنا محرم ہے نہ کوئی رازداں اپنا

دل اپنا دلربا اپنا زباں اپنی دہاں اپنا

بپا کہرام سا رہتا تھا جاں میں دل کے ماتم سے
سرشکِ خون رواں سرچشمہ ہائے چشمِ پرنم سے
چلو جھگڑا چکا فارغ ہوئے ہر روز کے غم سے
ہمیں دل سے رہا کیا کام جب وہ پھر گیا ہم سے
چمن سے ہم کو کیا مطلب جب اُجڑا آشیاں اپنا

جنوں میں بس کہ ہوں آشفتہ خاطر صورتِ سنبل
میرے چاکِ گریباں کا نمونہ ہے قبائے گل
وہ بیکس ہوں کہ میرا بیکسی نے کر دیا ہے قتل
گلستانِ جہاں میں ہوں میں وہ حسرت زدہ بلبل
نہ کوئی ہم نفس اپنا نہ کوئی مہرباں اپنا

نہ اپنے آپ کو ہم عشق میں یعقوب کہتے ہیں
نہ تسلیم و رضا و صبر میں ایوب کہتے ہیں
مگر کہتے ہیں وہ جو سب مجذوب کہتے ہیں
کہے کوئی انا الحق ہم انا المحبوب کہتے ہیں
سر اپنا اپنا سودا جان اپنی امتحاں اپنا

دمِ پیری سرِ خوبانی ہوئی بیشک خطا ہم سے
وہ ترکِ نوجواں آخر کہے گا اور کیا ہم سے
جو سرمایہ جوانی کا تھا وہ جاتا رہا ہم سے
ہوئے صبر و شکیب و ہوش ہر اک جدا ہم سے
رہِ اُلفت میں بس لُوٹا گیا ہے کارواں اپنا

علامہ اقبال

کا ایک غیر مطبوعہ خط

بنام

مولانا گرامی

ڈیئر مولانا گرامی

السّلام علیکم ، مجھے ابھی پنڈت کیول[1] کرشن صاحب بیرسٹر جالندھر کا خط آیا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ وہ آپ کے لئے عدالت میں پیش ہوئے تھے مقدمہ[2] اب ۹ ر جنوری ۱۹۱۸ء کو پیش ہوگا۔ مگر وہ لکھتے ہیں کہ پیشی کے وقت دونوں فریق غیر حاضر تھے۔

بہر حال آپ ان کی خدمت میں جائیں اور مقدمہ کے حالات سے انہیں آگاہ کریں اور جو کچھ وہ مشورہ دیں اُن کے مطابق عملدرآمد کریں۔ مسماۃ فتحاں[3] پر تعمیلِ سمن نہیں ہوئے۔ اس کا پتہ بہت جلد داخل کرنا چاہیئے۔

اُمید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ والسّلام

محمد اقبال لاہور

۸ ر دسمبر ۱۹۱۷ء

---

[1] پنڈت کیول کرشن بیرسٹرایٹ لاء جالندھر میں علامہ اقبال کے دوست بھی تھے اور شاگرد بھی۔ شعر کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے۔

[2] یہ مقدمہ مولانا گرامی نے اپنی بہن کے خلاف جدی مکان سے بے دخلی کا کیا تھا۔ جس کا فیصلہ آخر راضی نامہ پر ہو گیا۔

[3] گرامی کی بہن کا نام فضل بی بی (فتحاں) تھا اور ان کی شادی شیخ نصیر الدین سے ہوئی تھی۔

مولانا گرامی نے جواباً لکھا

جناب ڈاکٹر صاحب

تسلیم ——— میں کل پنڈت کیول کشن صاحب کو ملا۔ مجسم اخلاق دلربا ہیں۔ ہمارے شہر کے رئیس اعظم ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں خود ہی سب کارروائی کروں گا اور بسر و چشم کروں گا۔ اور یہ بھی کہا کہ میں نے آپ کا نام سُنا ہوا تھا اور میں ملنا چاہتا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہم دونوں اقبال و گرامی آپ کی عنایات کے رہین منت ہیں۔

۹ / جنوری کو پیشی ہے۔

ڈاکٹر صاحب! آجکل ایک غزل لکھ رہا ہوں۔ مگر گرامی عرش پروازی کرتا ہے مگر مرغ پر ریختہ کی طرح تھوڑی دور جاکر گر پڑتا ہے پھر ہمت کرتا ہے وہی صورت پیش آتی ہے، آخر مجبور ہو گیا۔

۳ شعر لکھے ہیں وہی لکھتا ہوں۔ لکھ کر آپکی نذر ہیں غزل پسند کر لیجئے۔

بہ نسبت گرامی کے اقبال بلند ہمت ہے ——— لا اعلم ایک اُستاد گذرا ہے۔ مجھے ایک ہی مصرع اُس کا یاد تھا۔ خیال آیا اس پر مختصر غزل لکھوں۔ وہ مصرع یہ ہے

ع چرا گناہ نہ بخشد کسے کہ جان بخشد

گرامی:۔

تصرف اثر آن نگاہ میخو اہم ... کہ باشکستہ دلاں ذوق امتحان بخشد

زدر دیا س بجانم کجاست شمشیرے ... کہ آرزوی دل صید نیم جان بخشد

بہ بی نیازی آموزگار می نازم
گناہ من کہ نہ بخشیدنی ست ہان بخشد

راقم گرامی

مولانا گرامی کا ایک خط اقبال کے نام

حضرت ڈاکٹر صاحب ـــ تسلیم

آپ کا خیال صحیح اور آپ کی رائے صائب، ان شعروں سے میری بھی تسلّی نہیں
ں اور مجھے خبر تھی کہ ڈاکٹر صاحب ضرور لکھیں گے کہ ان شعروں نے کوئی خاص
ہیں کیا۔ دل باخبر اور ہی بے خبری کا آرزومند ہے۔ کیا اس طرح کر دیں یا
آپ ترمیم کر دیجئے۔

آن راز چہ رازیست کہ در پردۂ میم ست
در پردہ بگفتیم مکرر نتوان گفت
آن رمز جلیل ست ابوجہل چہ فہمد
آن سرِّ غلیل ست باآذر نتوان گفت

ر صاحب آپ ضرور اس غزل کو پورا کیجئے۔ گرامی کا دماغ صحیح نہیں رہا۔
یار شعر دوسری غزل کے لکھے ہیں وہ لکھتا ہوں۔ یہ بھی ناتمام ہے۔

موج گمراہی ما رہزن آگاہی ما
مرگ آگاہی ما خواب سحرگاہی ما
کار از دست شد و دست بکارے نرسید
داد از غفلت ما آہ ز کوتاہی ما
پیش ما سوختگان زندگی و مرگ یکیست
غوطہ جز چشمۂ آتش نخورد ماہی ما
گمرہان ازلی را نتوان خواند براہ
خط پیشانی ما سر خط گمراہی ما

میرے ایک سخن فہم دوست نے کہا کہ اس کلام سے مسلمانوں کی موجودہ حالت
ظاہر ہو رہی ہے کیا یہ صحیح ہے یا غلط۔

ڈاکٹر صاحب مجھے اطلاع دیجئے کہ آپ دہلی کب جائیں گے ۔ کیا
فروری کے آخر میں یا اوّل اپریل میں ۔ کیا نواب ذوالفقار علی خاں صاحب بہا
دہلی تشریف لے گئے ۔

راقم گرامی

نثار قطب منصف اونہ ضلع ہوشیار پور

ابھی خانصاحب دانشمند غریب خانہ گرامی پر تشریف لائے تھے
انہوں نے آپ کا مصرع لے لیا ۔ بہ نسبت گرامی کے وہ اچھے رہے ۔

(دانشمند)

ذوق اثر وحی ابوجہل چہ داند
ایں سر خلیل ست کہ آذر نتوانگفت ''

(گرامی کی یادداشتوں میں سے نقل کیا گیا)

خطوطِ اقبال

بنام

بیگم گرامی

مخدومِ من

السلام علیکم ، والا نامہ ابھی ملا ہے ۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مولانا مرحوم کا کلام تیار ہو گیا ہے ۔ افسوس ہے کہ مجھے دیباچہ لکھنے کی مطلق فرصت نہیں ، البتہ میں چوہدری محمد حسین صاحب کے سپرد یہ کام کر دوں گا اور ان کو اس کام کے متعلق ضروری ہدایات دے دوں گا ۔ وہ میرے مشورہ سے لکھتے جائیں گے ۔ اس کے علاوہ مجھے پورا کلام بھی سُنا دیں گے ۔ ترتیب کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ پہلے ان کی رباعیات اچھے اہتمام سے شائع کی جائیں ۔ بعد میں غزلیات بعد میں مثنوی و قطعات وغیرہ ۔ قصائد اگر کوئی ہوں تو وہ سب سے پیچھے ۔ کیونکہ اس زمانے میں قصائد کا مذاق نہیں رہا ۔ رباعیات کی اشاعت پر زیادہ خرچ بھی نہ ہو گا اور پڑھنے والی پبلک کی نبض شناسی بھی ہو جائیگی ۔ والسلام

مخلص
محمد اقبال
۱۳ ر ستمبر ۱۹۲۷ء

میں آج شام ڈیرہ دون جا رہا ہوں ۔ وہاں سے سیدھا شملہ جانے کا قصد ہے ۔ محمد اقبال

جناب بیگم گرامی صاحبہ

السلام علیکم - میری رائے میں تین ہزار روپیہ تھوڑی رقم ہے کم از کم پانچ ہزار ہونی چاہیئے - پانچ سال مدت اس تاریخ سے شروع ہو جب معاہدہ لکھا جائے نہ کہ کتاب کے طبع ہونے کی تاریخ سے - اس کے علاوہ آپ اس بات کا بھی اطمینان کریں کہ پانچ ہزار سے زائد کاپی نہ چھپیں گی - معاہدہ باقاعدہ تحریر ہو جائے -

والسلام

محمد اقبال لاہور

۲۰ راپریل ۱۹۳۰ء

لاہور
۱۲ر اپریل ۳۰ء

محترمہ جناب بیگم گرامی صاحبہ

بجواب آپ کے خط کے عرض ہے کہ اگر آپ مولانا مرحوم کے کلام کی اشاعت و طباعت کا کام خود نہیں کر سکتے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کے لئے یہ مشکل بھی ہے تو بہتر ہے حبیب اللہ صاحب سے معاہدہ کر لیجئے۔ آپ کے مالی فائدہ کی جو صورت ہو وہ اختیار کر لیجئے۔ خط سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ مولانا گرامی مرحوم کا کلام معاہدہ کی رُو سے جزواً جزواً شائع ہوگا یا تمام کلام ایک ہی دفعہ اور پانچ سال کی مدت میں کتنے ایڈیشن شائع ہوں گے آیا ایک ایک ہزار کے پانچ ایڈیشن ہوں گے یا کم و بیش۔ اس کے علاوہ کتاب کی قیمت کیا ہوگی حجم کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ کو مسودہ دینے سے پیشتر یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ جو روپیہ آپ کو ملے گا وہ فوراً نقد ادا کیا جائے گا یا باقساط ادا کیا جائے گا، اور اقساط کتنی مدت کے بعد ادا ہوں گی۔

والسلام
محمد اقبال

لاہور
۱۸ر مئی ۳۰ء

محترمہ جناب بیگم صاحبہ

السلام علیکم، بہت بہتر ہے جو آپ کا ارادہ ہو۔ کاغذ کا خریدنا، کسی اچھے کاتب کے زیرِ نگرانی کام کرانا پھر کتاب کا پریس میں جانا اور پروف وغیرہ دیکھنا یہ کام آسان نہیں اور مجھ کو اس کام سے قطعاً واقفیت نہیں۔ بہتر ہے کہ آپ یہ کام حفیظ جالندھری[1] صاحب کے سپرد کر دیں میں بھی ان کی مدد کروں گا یعنی دیباچہ لکھوا کے دینے میں۔ کاغذ کی خرید کتابت چھپوائی اور پروف دیکھنے کا کام ان کے سپرد ہو۔ بلکہ کتاب کے چھپ جانے پر اشتہار دینا اور اس کی اشاعت کرنا بھی ان کے سپرد ہونا چاہیئے۔ مجھے واقفیت نہیں، اس کے علاوہ فرصت بھی نہیں۔ خود اپنی کتابوں کے لئے بھی یہ اہتمام نہیں کر سکتا۔ والسلام

محمد اقبال

وٹ: [1] ابوالاثر حفیظ جالندھری، مولانا گرامی کے شاگرد ہیں۔

جناب بیگم صاحبہ

آپ کا خط مل گیا ہے۔ آپ کے پہلے خط میں جو میرے خط کے جواب میں تھا، کوئی ایسی بات نہ تھی جس کا جواب لکھا جائے۔ اس واسطے میں نے خط نہ لکھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعد از محرم آپ کسی آدمی کو مع مسودہ کلام مولانا مرحوم لاہور بھیجو گی۔ مسودہ آئے گا تو میں اسے کاتب سے ملا دونگا اور کتابت کے متعلق اس کا اطمینان کرا دوں گا۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

۱۱ر جون ۱۹۳۰ء

(مکتوب بیگم گرامی بنام اقبال)

گرامی منزل۔ ہوشیار پور

۳۰ر جون ۱۹۳۰ء

مکرم و محترم بھائی صاحب۔ السلام علیکم!

میرا خیال ہے کہ دیوان کے لئے پروپیگنڈا شروع کر دیا جائے۔ اخبارات و رسائل کے لئے ایک اعلان تجویز کیا ہے جس کا مسودہ آپ کے ملاحظے کے لئے ارسالِ خدمت ہے۔ بواپسی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

خاکسارہ

اقبال

(اقبال بیگم)

(علامہ ڈاکٹر اقبال نے اسی خط پر لکھ کر واپس بھیج دیا)

آپ کا مسودہ درست ہے۔ جہاں میرا ذکر ہے اس عبارت کی جگہ مندرجہ ذیل عبارت لکھنی چاہیئے جو واقعات کی رُو سے صحیح ہے۔

"دیوان کی طباعت و کتابت وغیرہ کے متعلق ڈاکٹر اقبال صاحب سے مشورہ کیا گیا ہے۔ کتابت مشہور خوش نویس منشی عبدالمجید پرویں رقم کریں گے۔ کاغذات اور طباعت .... الخ"

میں نے لفظ "ترتیب" کاٹ دیا ہے کیونکہ مجھے ترتیبِ کتاب کا کوئی علم نہیں۔ یہ اشتہار طباعت کے ختم ہونے سے ایک دو ماہ پہلے اخبارات میں دینا چاہیئے۔

محمد اقبال لاہور

یکم جولائی ۱۹۳۰ء

باقی جو امور ہوں اس کے متعلق اگر ضرورت ہو تو آپ شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ سے خط و کتابت کیا کریں۔ میں نے ان کو اس بارے میں کہہ دیا ہے وہ قابلِ اعتبار آدمی ہیں اور واقف کار۔

محمد اقبال

○

جناب بیگم صاحبہ

اَلسّلام علیکم - میری رائے میں رُباعیات پر عنوان دینے کی ضرورت نہیں ہے -

وَالسّلام

محمد اقبال - ۱۰ر اگست سنہ ۳۰ء

لاہور

جناب بیگم گرامی صاحبہ

آپ کا خط ابھی ملا ہے جسے پڑھ کر مجھے کوئی رنج نہیں ہؤا۔ عورتوں کو کسی معا
کے متعلق مشورہ دینا آسان کام نہیں کیونکہ ان کو معاملات کی سمجھ نہیں۔ اس کے علاوہ وہ فطر
بدظن ہوتی ہیں اور خواہ کتنی ہی سچی بات کیوں نہ کہی جائے ان کو اس پر اعتبار کرنے میں تامل ہ
ہے۔ آپ کے عزیز سے میں نے کبھی وعدہ نہیں کیا کہ کتاب کی کتابت طباعت وغیرہ کا ک
میں اپنے ذمہ لوں گا۔ میں اس کام کی قطعاً واقفیت نہیں رکھتا اور جو صاحب ازراہِ ع
میرے لئے یہ کام کر دیا کرتے تھے وہ اس زحمت کو گوارا کرنے سے قاصر ہیں۔ با
انہوں نے دیباچہ میری زیرِ نگرانی لکھ دینے کا وعدہ کیا ہے سو یہ کام ہو جائے گا
اب اس خط میں پھر مفصل لکھتا ہوں کہ بات آپ کی سمجھ میں آجائے۔

۱۔ دیباچہ میں اپنے زیرِ نگرانی لکھوا دوں گا جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔

۲۔ رباعیات وغیرہ اگر میرے مشورے کے مطابق منتخب شائع ہوتیں تو میں انتخاب
بھی کر دیتا۔ مگر چونکہ آپ سارا کلام چھپوانا چاہتی ہیں اسواسطے اس کام کی اب
ضرورت نہیں۔ اسی بات کا آپ کے عزیز سے وعدہ کیا تھا جس سے آپ کو
غلط فہمی ہوئی۔

۳۔ کاغذ خریدنا اور اس کے متعلق آپ سے روپیہ منگوانا اور آپ کو حساب دینا
یہ کام مجھ سے نہ ہو گا۔ میں نے حفیظ صاحب کا نام لکھا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے
آپ کو ان پر اعتماد نہیں۔ اگر وہ آپ کو پسند نہیں تو کسی اور صاحب مثلاً سالک
صاحب مدیر انقلاب کو اس کام کے لئے مقرر کیا جائے۔ مگر اس کام کے لئے
ابھی جلدی نہیں۔ پہلے کتاب کی کتابت ہونی چاہیئے اور اس میں تین چار ماہ بلکہ زیادہ
مدت لگ جائے گی۔

- کاتب اور پریس کا انتخاب، جہاں سے میں چھپواتا ہوں میرے خیال میں وہ پریس اچھا ہے۔ عبدالمجید کاتب بھی میرے نزدیک لاہور میں سب سے بہتر ہے۔ انہی سے آپ کام لے سکتی ہیں۔ مگر کاتب اور پریس سے اُجرت کا طے کرنا اور اس کی ادائیگی کی ذمہ داری لینا یہ کام اس آدمی کے سپرد ہو جس کا ذکر میں نے نمبر ۳ میں کیا ہے۔

- پُروف دیکھنا اور اس سے پہلے کاتب سے لیکر کاپی دیکھنا اس کے متعلق آپ خود ہی لکھتی ہیں کہ تم کو زحمت نہ دی جائے گی جس کے لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں یہ کام مجھے آتا بھی نہیں۔ میں اپنی کتابوں کے پُروف خود نہیں دیکھتا۔ جو صاحب دیکھتے ہیں ان سے کہا تھا کہ مدد کریں۔ مگر ان کے حالات اس قسم کے ہیں کہ وہ مشکل سے میرے زیرِ نگرانی دیباچہ لکھنے پر راضی ہوئے۔

مختصر یہ کہ پروف و کاپی دیکھنے کے علاوہ ان سارے معاملات کا جو پہلوؤں روپیہ کی ... اور خرید و فروخت وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اس کی ذمہ داری قبول کرنے سے میں ... ہوں اور یہ بات بھی زیادہ تر آپ کی ہی ہمدردی کی وجہ سے کہتا ہوں۔ کیونکہ روپیہ پیسہ ... ملے میں بالکل نابلد ہوں۔ اور جس طرح آپ کو اس معاملے میں اعتماد کرنے میں تامل ہوتا ... ی طرح مجھ کو بھی ہے۔ چونکہ سالک اور حفیظ دونوں لاہور میں ہیں اور یہیں رہتے ہیں ... سطے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب مذکورہ بالا معاملات کے لئے موزوں ہوگا۔ یہ کام ... ہور سے باہر سے آنے والے آدمی سے نہ ہو سکے گا۔ آپ اس کام کو شاید معمولی ... مجھتی ہیں یہ بڑی سر دردی کا کام ہے۔ میں اس سے آج تک عہدہ برآ نہیں ہو سکا اور اگر ... ی محمد حسین ممد و معاون نہ ہوتے تو میری ایک کتاب بھی شائع نہ ہوتی۔ اب تو ... سے میں نے ان کو بھی تکلیف نہیں دی۔ کیونکہ کسی نئی کتاب کے چھپنے کی نوبت نہیں ... ایک دفعہ کتاب چھپ کر نکل جائے تو پھر آسانی ہو جاتی ہے۔ یہی صاحب میری ... نی دیباچہ لکھیں گے۔ چونکہ وہ صبح سے شام تک دفتر میں رہتے ہیں۔ اس

واسطے پروف دیکھنے کی زحمت ان کو دینا مناسب بھی نہیں اور وہ اس کا وعدہ بھی
نہیں کرتے ——— مختصر یہ کہ آپ کسی آدمی کو مسوّدہ دے کر لاہور بھیجیں جو کاتب
کے ساتھ معاملہ اُجرت وغیرہ طے کر کے اسے مسوّدہ دے جائے اور اگر کاتب اپنی اُجرت
کا کچھ حصہ پیشگی مانگے تو پیشگی دی جائے۔ اس کے علاوہ لاہور میں ایک آدمی مقرر کر جائے
جو کاتب سے کام جلد کرائے اور کاپی ساتھ ساتھ دیکھتا جائے تاکہ بعد میں اسے پروف
دیکھنے میں آسانی ہو اور غلطیاں کم ہوں۔ جب یہ کام ختم ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے
کاغذ خریدے اور پریس سے جلد کتاب چھپوائے اور جب کتاب کی طباعت قریب الاختتام
ہو تو مجھے اطلاع دے تاکہ میں دیباچہ لکھواؤں۔ والسّلام

محمد اقبال

نوٹ :۔ (۱) یہ یاد رہے کہ مولانا گرامی کی وفات کے بعد مولوی عزیز الدین عظامی اور حضرت میاں علی محمد
صاحب سجادہ نشین بسی نو (ہوشیارپور) نے کوشش کر کے "دیوانِ گرامی" اور "رباعیاتِ گرامی" دو
دو مجموعے چھپوا دیئے۔ یہ دونوں مجموعے منشی عبدالمجید پروین رقم کے حسنِ کتابت کا نمونہ ہیں۔

(۲) مولانا گرامی کے دیوان کی اشاعت کے سلسلہ میں جناب سالک صاحب سے بھی مشورہ
کیا گیا تھا۔ انہوں نے جو تفصیلاً خط لکھا تھا وہ درج کیا جاتا ہے۔

دفتر زمیندار۔ لاہور

۵- فروری ۲۵ء

حضرت مولانا۔ السّلام علیکم و رحمتہ اللہ۔

آپ کا حکم نامہ حضرت عظامی کے توسط سے صادر ہوا۔ ڈاکٹر اقبال صاحب کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کو اپنے صرف سے اور اپنے ہی اہتمام میں طبع کراتے ہیں۔ اور پھر ایڈیشن کا ایڈیشن کسی تاجر کتب کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ اس طریقے سے مصنّف کو فائدہ رہتا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر صاحب نے "بانگ درا" چھاپی۔ اس پر خود روپیہ صرف کیا۔ خود ہی اس کی قیمت چار روپے مقرّر کی۔ تین ہزار نسخوں کا ایڈیشن تھا۔ کُل بارہ ہزار روپے کی مالیت ہوئی۔ ۳۳ فیصدی تاجرانہ کمیشن وضع کرکے آٹھ ہزار روپے میں سارا ایڈیشن مولوی سید ممتاز علی صاحب اینڈ سنز کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس رقم میں سے پانچ ہزار تو فوراً ڈاکٹر صاحب کو ادا کر دیئے گئے اور تین ہزار خرید کتاب سے چار ماہ بعد دیئے گئے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب نہایت اسراف سے چھاپی تھی۔ یعنی کاغذ بہت موٹا لگا دیا تھا اور جلی قلم سے لکھوائی تھی۔ حالانکہ اتنی جلی کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اس اسراف کی وجہ سے غالباً ڈاکٹر صاحب کو کم و بیش ڈیڑھ پونے دو ہزار روپے کی رقم اپنے پاس سے صرف کرنی پڑی ہوگی۔ بہر حال اُنہوں نے "بانگ درا" کے پہلے ایڈیشن ہی سے تقریباً چھ سوا چھ ہزار روپیہ کما لیا اور مولوی سیّد ممتاز علی صاحب نے تین ساڑھے تین ہزار روپیہ کمایا۔ یہ سودا میں نے ہی کرایا تھا۔

چونکہ فارسی کا مذاق ابنائے ملک میں بہت کم ہے۔ اس لئے "پیام مشرق"

کا پہلا ایڈیشن جو ایک ہزار کی تعداد میں چھپا تھا، اب تک ختم نہیں ہوا۔ حالانکہ سال ڈیڑھ سال کی مدت اس کی طباعت پہ گذر گئی۔ لہذا فارسی کے کلام سے اتنے منافع کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے۔ جتنا "بانگِ درا" سے ڈاکٹر صاحب کو حاصل ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ "کلام گرامی" کا حق اشاعت ہمیشہ کے لئے کسی کے ہاتھ فروخت نہ کیجئے۔ کیونکہ اس میں آپ کو نقصان رہے گا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ فی الحال اس کا صرف پہلا ایڈیشن فروخت کیا جائے۔ میں نے اس کام کے لئے بھی مولوی سید ممتاز علی صاحب اینڈ سنز ہی کو آمادہ کیا ہے۔ اور آپ پورا اطمینان رکھیئے کہ میں آپ کے فائدے کے خیال کو بالکل مقدم رکھوں گا۔ میں مناسب یہی سمجھتا ہوں کہ پہلا ایڈیشن ایک ہزار نسخوں کا چھاپا جائے۔ کاغذ نہایت عمدہ ہو۔ کتابت و طباعت نہایت دیدہ زیب اور نظر فریب ہو۔ سر ورق بہت خوشنما رنگین چھاپا جائے۔ لیکن مجھے اس کا اندازہ نہیں کہ کلام گرامی کتنے اجزا میں ختم ہوگا۔ میں آپ کو یہ تکلیف دینا چاہتا ہوں کہ آپ مرتب شدہ کلام غزلیات و رباعیات اور قصائد (اگر قصائد کی اشاعت ضروری ہو) جمع کر کے رجسٹری کے ذریعے سے عظامی صاحب کے یا میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ اس امر کا اندازہ کر لیا جائے کہ کل کتاب کتنے صفحوں پر ختم ہوگی اور تقطیع کتنی مناسب ہوگی۔

میں چاہتا ہوں کوئی ایسا انتظام کروں جس سے آپ کو پہلے ایڈیشن میں سے جو کچھ حصہ ملنا ہو وہ نقد پیشگی مل جائے۔ کیونکہ کتاب کی فروخت کا انتظام بہت تکلیف دہ ہوا کرتا ہے۔ میں نے ابھی تک پبلشروں سے ذکر تو نہیں کیا لیکن میں مناسب یوں سمجھتا ہوں کہ آپ کے کلام کی طباعت، اشتہار، اشاعت وغیرہ ہر چیز پر پبلشروں کا روپیہ صرف ہو تاکہ آپ کو کسی کام میں پریشان نہ ہونا پڑے، اور

کُل ایڈیشن کی تہائی قیمت آپ کو نقد مل جائے۔ مثلاً اگر آپ کے کلام کے مجموعہ کی قیمت تین روپے ہو۔ اور ایک ہزار نسخہ چھاپا جائے تو ایک ہزار روپیہ نقد آپ کی خدمت میں پہنچ جائے۔ باقی دو ہزار پبلشروں کا خرچ کتابت و طباعت و اشتہار اور منافع شامل ہے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر انتظام اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ خود بھی کتاب چھاپ کر پبلشروں کے ہاتھ فروخت کریں۔ جب بھی اس سے کچھ بہت زیادہ نفع کی اُمید نہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ یہ ایک ہزار روپیہ صرف پہلے ایڈیشن میں آپ کو ملے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ایک ہزار نسخے فروخت ہو گئے اور دوسرا ایڈیشن طبع کرنا پڑا تو پھر بھی آپ اسی طرح اپنے حصّے کے حقدار ہوں گے۔

میں یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ میں نے پبلشروں سے ابھی اس معاملے کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن سمجھتا ہوں کہ یہ انتظام آپ کے لئے اور اُن کے لئے یکساں مفید ہے۔ بہر کیف آپ مجموعہ کلام گرامی مکمل مرتب کر کے میرے نام یا عظامی صاحب کے نام رجسٹری کر کے بھیج دیں۔ تاکہ اس کے متعلق مزید کارروائی کی جائے۔

ہاں بہتر یہی ہو گا کہ آپ مجموعہ کلام حضرت عظامی ہی کے نام بھیجیں۔ کیونکہ اگر میرے نام موصول ہوا تو شاید دفتر میں کسی اور کے ہاتھ پڑ جائے اور وہ کھول لے۔ اخباروں کے دفاتر میں ایسی ہی طوائف الملوکی ہوا کرتی ہے۔ والسلام

آپکی خدمت کو فخر سمجھنے والا
سالک

عکس

خطوط اقبال

(۱۸)

ڈیر مرزا گرامی

مجھ کو نہایت کیوں کر خوشی ہے کہ جالندھر کا خط آیا ہے

جس وقت یہ لکھا ہے تو میں دو تین روز کے عید و بقرعید میں مشغول ہوئے تھے

مشغول رہا اب تک جو کچھ کو ہوش نہ تھا۔ اگرچہ تکلیف بہت جا ہی اور دو

دونوں اور تین غیر حاضر تھے۔ بہر حال آپ ارادہ کریں تو میں جانا ہوں

اور مشورہ حالات سے آپ آگاہ۔ آپ اللہ خیر کرے مشورہ دیں

از راہ عنایت عجالت ہی میں اطلاع کریں۔ مسماۃ مجاں کے خط کا شکریہ ادا کریں

اس کا نتیجہ جلد واپس کر دیا جائے۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا

والسلام

محمد اقبال لاہور

۸ دسمبر ۱۷ء

[illegible]

مخدومی مکرم — سلام مسنون

والا نامہ ابھی ملا ہے الحمد للہ کہ آپ اب بخیریت ہیں۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مرحوم کا کلام تیار ہو گیا ہے

افسوس ہے کہ مجھے دیباچہ لکھنے کی فرصت نہیں اور نہ میری [illegible]

چوہدری محمد حسین صاحب کے سپرد یہ کام کر دیجئے اور ان کو اس کے متعلق ضروری

ہدایات بھیج دیں۔ ان کے مشورہ سے چھاپا جائے۔ مجھے

پورا کلام بھی سنا دیجئے۔ ترتیب کے متعلق میرا خیال ہے کہ پہلے غزلیات

رباعیات ان کے اتمام سے شائع کی جائیں۔ بعد میں غزلیات بعد میں مثنوی

و قطعات وغیرہ۔ قطعات اگر کوئی ہوں تو ان کو بھی شامل کر لیا جائے

قطعات ... [illegible] — رباعیات ... [illegible]

DR. SIR MUHAMMAD IQBAL, M. L. C.
BARRISTER-AT-LAW **LAHORE.** 19

جناب بیگم گرامی ۔ السلام علیکم

مرزا کی رائے ہے کہ تین ہزار روپیہ تھوڑی رقم ہے کم از کم پانچ ہزار ہونا چاہیے
اور پانچ سال مدت کی تاریخ سے شروع ہو جب معاہدہ لکھا جائے نہ کہ جب طبع ہو کر شائع ہو
اس کے علاوہ آپ اس بات کا بھی اطمینان کر لیں کہ پانچ ہزار کے زر نقد ادا ہوں
گی ۔ سنا ہے کہ پانچ سال کا معاہدہ تحریر ہو جاتا ہے ۔

محمد اقبال   لاہور ۲۰ اپریل ۳۰ء

لاہور ۲۱ اپریل ۳۰ء

مخدوم جناب تسلیم گرامی نامہ

بجواب آپ کے خط کے عرض ہے کہ اگر اکبر مرحوم کے کلام کا انتخاب شائع ہو تو غالباً
عام فہم بن سکتے اور اس کا کہ ملک میں آپ نے یہ مشکل کام ہے
قدر تجربہ ہے جس اللہ جب سے مساعد کے شروع کیجئے۔ آپ یا کسی اور کے دو چار
صورت میں مرحوم کا انتخاب کیجئے۔ خطوط کا سلسلہ بند ہوا ہے مرحوم اگر اس انتخاب
کا کلام مساعد کے دو روپے فی جزو اخیر و آخر شائع ہوگا یا تمام کلام ایک ہی دفعہ
اس پانچ سال کی مدت میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے۔ ایک ایک ہزار کے پانچ
ایڈیشن ہوا کرتے تھے اس کے علاوہ اس کی حقیقت کیا ہوگی جس
کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ کے مسودہ کے زیر سلسلہ کتاب کی خریداری
کہ جو آپ کریں گے کتنی تعداد کا اجازت نامہ گا یا اقساط ادا
کیا جائے گا اور اقساط کتنی مدت میں ادا ہوگا۔

والسلام
محمد اقبال

لاہور ۱۸ جون ۳۰ء

مکرم بندہ جناب شیخ صاحب

السلام علیکم ۔ بہت بہتر ہے جو آپ کا ارادہ ہے
کاغذ کا خریدنا کسی اچھے کاتب سے زیر نگرانی کام کروانا
پھر کتاب کا پریس میں جانا اور پروف وغیرہ دیکھنا یہ کام
آسان نہیں اور فضل کو ایسے امور سے قطعاً واقفیت نہیں
بہتر ہے کہ آپ یہ کام حفیظ جالندھری کے سپرد کر دیں
میں بھی ان کو خط لکھ دوں گا نیز دیباچہ بھی لکھ کر ان کو دے دوں گا
کاغذ کی خرید کتابت چھپوائی اور پروف دیکھنے کا کام ان کو
سپرد ہو ۔ بلکہ کتاب چھپوانے کا اشتہار دینا اور اس کی اشاعت
کرنا بھی ان کے سپرد ہونا چاہیے ۔ مجھ کو واقفیت نہیں اس کے علاوہ وقت
بھی نہیں ۔ خرابیٔ صحت کی وجہ سے بھی یہ کام نہیں کر سکتا ۔ م

محمد اقبال

جناب بیگم صاحبہ ۔ آپ کا خط مل گیا ہے

آپ کے پہلے خط کا جو میرے خط کے جواب میں تھا کوئی
بات ایسی نہ تھی جس کا جواب لکھا جائے ۔ اس لیے
میں نے خط نہ لکھا ۔ آپ نے لکھا تھا کہ بعد از محرم آپ
کسی آدمی کے ذریعے مسودہ کلام مرزا مرحوم لاہور بھجوا دیں گی
مسودہ آنے کا منتظر ہوں ۔ آپ اسے جلد دیں گی اور کتابت
متعلق اس کا اہتمام کرا دوں گا ۔ والسلام

محمد اقبال لاہور

۱۱ مارچ ۳۰ء

(بیگم گرامی کا خط علامہ اقبال کے نام)

گرامی منزل - ہوشیارپور

۳۰ جون ۳۰ء

مکرم و محترم محمد صاحب - السلام علیکم

میرا خیال ہے کہ دیوان بھیجے پر دو جگہ بڑا اثر درج کر دیا جائے - لفافہ رات و رسائل بھیجے ایک

اعتراض تجویز کیا ہے جس کا مسودہ آپ کے ملاحظہ کے لیے ارسال خدمت ہے - جو اصلاح ابھی دے

سے مطلع فرمائیں

دعاگو

گرامی

(علامہ اقبال نے اُسی خط پر جواباً لکھا)

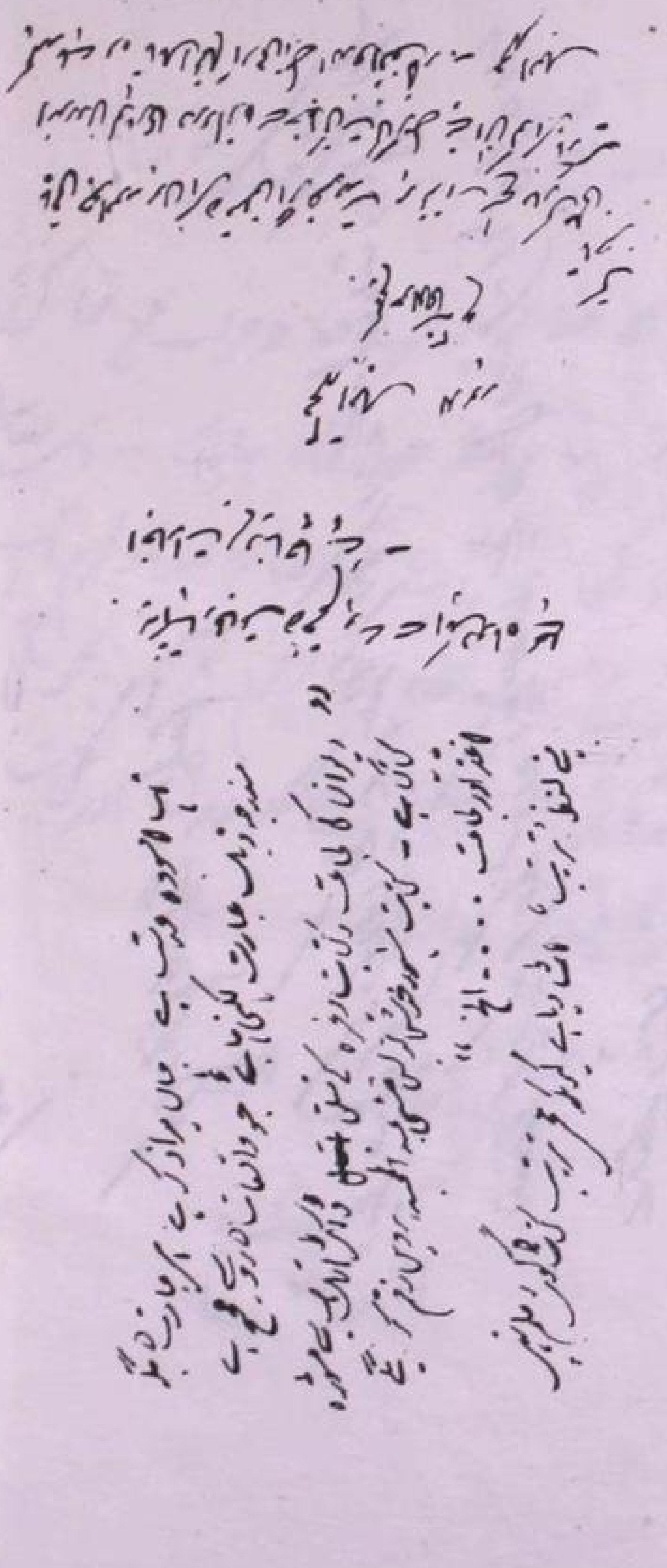

حجاب بیگم صاحبہ

السلام علیکم — میری رائے میں رباعیات پر

عنوان دینے کی ضرورت نہیں ہے

والسلام

محمد اقبال ۱۰ اگست ۳۷ء

لاہور

ہوشیارپور   گرامی مل

جناب بیگم صاحبہ درن گرامی مرحوم ملاحظہ کرلیں

Hashmat

جناب بیگم گردیزی صاحبہ

آپ کا خط ابھی ملا ہے جسے پڑھ کر مجھے کوئی رنج نہیں ہوا۔ عورتوں کو کبھی کبھی دوستی مشورہ دینا آسان کام نہیں کیونکہ ان کو معاملات کی سمجھ نہیں۔ اس کے علاوہ خود مغلوب بدظنی ہوتی ہیں اور خواہ کتنی ہی سچی بات کیوں نہ کہی جائے ان کو دوسروں پر اعتبار کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ آپ عمر سے ناواقف ہیں مجھ کو دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔ ملاقات وغیرہ کا کام شروع ہو گیا۔ میں نے اس کام کا مطالعہ کر کے تصنیف سے رکھتی اب تو مجھے اور راہ صاحب مرحوم نے یہ کام کر دیا تھا وہ بھی رقت کو گوارا نہ کرتے سے ماہر تھے۔ ہاں ازراہ دیباچہ ہمیں انگریزی کا الٹا لکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ سو یہ کام ہو جاتا ہے۔ اب اس سلسلہ میں نقصانات لکھتا ہوں کہ بات آپ کی سمجھ میں آ جائے

۱. دیباچہ میں اپنے انگریزی کا ہم لوگ جہاں پہلے دعویٰ کر چکا ہوں

۲. رباعیات وغیرہ اگر میرے مشورہ کے مطابق منتخب ہوتیں تو بہتر تھا۔ آپ کی کتاب کی تصحیح کر دی گئی تو آپ کا کلام بھی زیادہ عام ہو جاتا۔ ایک ایسے آدمی کی خدمت تھی۔ ایک بات کا رنج ضرور ہے کہ آپ کا مجموعہ آپ کی غلطی سے خراب ہو گیا

۳. کاغذ خریدنا اور ایک دوستی کی مدد سے چھپوانا اور آپ کی جانب سے دینا پیسہ کا خرچ ہے۔ یہ ضبط کا کام ہے جو ہر آدمی سے نہیں ہو سکتا

تمام ہیں۔ اگر ہو ایک کتاب مستند بن کر کسی ادارے سے شائع ہو سکے تک جب مدیر التعلیم
کو اس کی طرف متوجہ کیا جائے۔ تمام ہم کام ہونے میں جلدی نہیں
پہلے کی طرح کی مدت ہونا چاہیے اور ایک تین چار ماہ بلکہ زیادہ مدت
لگ جائے گا۔

۴. کتاب اور پریس کا انتخاب۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرے جناب مولوی
مدیر رئیس المطابع عبدالمجید صاحب بھی نہایت نفیس اور بہترین قسم کی
اپنی ایک کام یہ کر سکیں گے۔ مگر کتاب اور پریس کی اجرت کا طے کرنا
اور اس کی ادائیگی وغیرہ کا بیان یہ کام آپ اور میں کے سپرد نہیں جس کا ذکر نمبر ۲
میں کیا ہے۔

۵. پروف دیکھنا اور اس کے مطابق ٹھیک کرنا۔ پروف دیکھنا ایک دقیق اور خود
بڑا نازک کام ہے کیونکہ ذرا سی غلطی سے ساری بات بگڑ جاتی ہے۔ آپ کا لگ کر اور ہر کام
میں آتا ہے۔ میری طرح پروف خود نہیں دیکھ سکتا جو آپ دیکھیں گے
دنیا کی تمام چیزوں میں مدد کر لی مگر زیادہ عادت اس کی نہیں کہ وہ مشکل
سے مرتب کر کے ان کا مسودہ کسی پر نظر ہو سکے۔

مختصر یہ کہ پروف دیکھنے کے علاوہ ان سب معاملات کا جو طباعت و اشاعت
اور خرید و فروخت سے تعلق رکھتا ہے اس کی ذمہ داری کا تجربہ آپ کو ہے میں تو نا ہوں اور یہ بات
بھی زیادہ تر آپ کے ہاتھ میں ہے جو میرے بس کا نہیں کیونکہ میں ان معاملات میں بالکل نابلد ہوں

اور بہر صورت ہمیں سے پہلے ان حضرات کی انتخاب مذکورہ بالا معاملات میں ضروری ہوگا یہ کام کسی لائق اور ہوشیار آدمی سے
نہ ہو سکے گا۔ آپ اس کام کو باعتماد اللغات کر لیں یہ بڑی محنت کا کام ہے یہ ایک سال تک عہدہ برآ ہو سکا
اور آپ جو مولوی محمد حسین صاحب مرحوم و مغفور ہوتے تو یہ کام کس طرح ممکن نہ ہو سکتی — اب تو بڑھاپے نے ان کو بھی تکلیف میں ڈال
کیونکہ کسی کام میں جتنے دن لگ جائیں — [illegible] کتاب جب تک لکھی جائے تو ہم سے کام ہو جاتا ہے یہی حال
مرزا صاحب کا دیباچہ لکھنے گا — جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بلا تامل ہر رات ہی اس کو پہلے پروف دیکھے وہ رقم ان کو دینا مناسب
نہیں اور نہ ان کو رعایت بھی دی جاتی ہے — مختصر یہ کہ اب کسی آدمی کو مسودہ دیکر لاہور بھیجئے جو کاتب یا ساتھ میں معاملہ طے کر
وغیرہ طے کرکے آپ مسودہ دے جائے اور اگر کاتب اپنی اجرت کا کچھ حصہ پیشگی مانگے تو پیشگی دیا جائے اس کے علاوہ لاہور میں ایک آدمی
مقرر کر جائے جو کاتب سے کام جلد کرائے اور کاپی بھی ساتھ دیکھتا جائے تاکہ بعد میں آپ کو پروف دیکھنے میں آسانی ہو اور غلطیاں کم ہوں
جب یہ کام ختم ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے کاغذ خرید دے اور پریس سے جلد کتاب چھپوائے — اور جب کتاب طباعت کے قریب الاختتام
ہو تو مجھے اطلاع دے تاکہ میں دیباچہ لکھواؤں — ح

محمد اقبال

ہماری بلند پایہ شاہکار کُتب

بابائے قوم ———— از حمید اللہ شاہ ہاشمی

تحریک پاکستان ———— از محمد جہانگیر عالم

خطوطِ اقبال بنام جناح ———— ترجمہ حمید اللہ شاہ ہاشمی

اقبال سوالات کے آئینہ میں ———— از حمید اللہ شاہ ہاشمی

آپ حج کیسے کریں ———— از مولانا محمد منظور نعمانی

اقبال کے خطوط قائد اعظم کے نام ———— مترجم و حواشی محمد جہانگیر عالم

خطوطِ اقبال بنام بیگم گرامی ———— مرتبہ حمید اللہ شاہ ہاشمی

زیرِ طبع کُتب

اقبال کی سیاسی زندگی ———— از محمد جہانگیر عالم

نظریاتِ اقبال ———— از محمد جہانگیر عالم

خطوطِ اقبال بنام گرامی ———— از حمید اللہ شاہ ہاشمی

وارث شاہ ———— از حمید اللہ شاہ ہاشمی